عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

۱
محرم الحرام
۱۴۲۰ھ
مئی
۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سال نو ۱۴۲۰ھ مبارک

ماہنامہ لولاک ملتان

بیاد مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ ٣/١ ٣٦

قیمت فی شمارہ ١٠/ روپے
سالانہ ١٠٠/ روپے
بیرون ملک ١٠٠٠/ روپے پاکستانی

زیر سرپرستی

خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مدظلہ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

نگران اعلیٰ

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

چیف ایڈیٹر

صاحبزادہ طارق محمود

سب ایڈیٹر

حافظ احمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینیجر

رانا محمد طفیل جاوید

مینیجر

قاری محمد حفیظ اللہ

مجلس منتظمہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ
علامہ احمد میاں حمادی ○ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد
مولانا مفتی محمد جمیل خان ○ مولانا بشیر احمد
مولانا محمد اکرم طوفانی ○ مولانا جمال اللہ الحسینی
مولانا خدا بخش شجاع آبادی ○ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا مفتی حفیظ الرحمان ○ مولانا احمد بخش
مولانا محمد نذر عثمانی ○ مولانا غلام حسین
مولانا فقیر اللہ اختر ○ چوہدری محمد اقبال
مولانا قاضی احسان احمد ○ مولانا غلام مصطفیٰ

رابطہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان

☎ 061 514122
Fex : 061 542277

ناشر:۔ صاحبزادہ طارق محمود، مطبع: تشکیل زیر پرنٹرز ملتان ، مقام اشاعت :۔ جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

اس شمارے میں

اداریہ وشذرات	چیف ایڈیٹر	۳
شوق جہاد اور صحابہ کرامؓ	قاضی احسان احمد	۱۰
شہادت سیدنا فاروق اعظمؓ	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۴
شہادت سیدنا حسینؓ	چیف ایڈیٹر	۲۴
شہادت حسینؓ ہماری تاریخ کا ایک خونچکاں باب	ڈاکٹر لیاقت علی خان	۲۹
حضرت بہلویؒ بارگاہ رسالتؐ میں	مولانا محمد عابد	۳۱
گوہر شاہی فتنہ	مظہر سلیم چغتائی	۳۵
حکیم حافظ محمد حنیف اللہؒ	حکیم محمد خلیل	۴۰
قادیانی شبہات کے جوابات	ادارہ	۴۳
فتنہ وحید الدین خان	ابو ٹیپو الازہری	۴۷
قاری محمد بشیرؒ	اورنگ زیب اعوان	۵۰
مرزا قادیانی عذاب کے نرغہ میں	محمد طاہر رزاق	۵۴
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	۶۱
تبصرہ کتب	ادارہ	۶۴

اداریہ

محرم میں امن وامان کا مسئلہ !

وطن عزیز میں جب محرم الحرام کا متبرک مہینہ آتا ہے۔ تو پوری حکومتی مشینری ملک میں امن وامان برقرار رکھنے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر سرگرم عمل ہو جاتی ہے۔ ہر حکومت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ محرم کے دس دن خیریت سے گزر جائیں۔ اور کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو۔ جو ملک کے امن وامان کو تہ وبالا کردے۔ اس سال محرم میں دہشت گردی کے خطرے کے پیش نظر غیر معمولی اقدامات کئے گئے ہیں۔ حساس اداروں کی رپورٹوں پر مختلف شہروں کو فوج اور رینجرز کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان شہروں میں جھنگ' ملتان' چنیوٹ' فیصل آباد' منڈی بہاؤالدین' ساہیوال' حیدر آباد' پاراچنار' چکوال' اور بنوں شامل ہیں۔ خفیہ اداروں کی رپورٹوں کی بنیاد پر وزارت داخلہ نے ہنگامی اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تمام ڈپٹی کمشنروں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی گمنام ٹیلی کال یا اطلاع پر کارروائی عمل میں لا سکیں گے۔ صوبائی حکومتوں کو مختلف مکاتب فکر کے رہنماؤں پر مشتمل ۱۶۱۱ امن کمیٹیاں تشکیل دینے اور ۲۵۰ شعلہ بار مقررین وذاکرین کی زباں بندی کا حکم دیا گیا ہے۔ امن وامان کے قیام کے لئے پوری انتظامی مشینری کو الرٹ رکھا گیا ہے۔ مساجد وامام بارگاہوں کی حفاظت کے لئے کمانڈوز تعینات کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا ہے۔

گذشتہ چند برس سے محرم میں امن وامان کے حوالہ سے حکومت کی فکرمندی اس لئے بھی بڑھ گئی ہے کہ بعض مقامات پر فرقہ وارانہ دہشت گردی کے واقعات نے غیر یقینی صورتحال پیدا کر دی تھی۔ مساجد اور امام بارگاہوں میں نمازیوں پر فائرنگ کے افسوسناک واقعات نے حکومت کو شہریوں کی قیمتی جانوں کے تحفظ کے لئے انتہائی اقدامات پر مجبور کر دیا ہے۔ محرم کے مقدس مہینہ میں شیعہ سنی فسادات کا خطرہ ہر حکومت کے لئے درد سر بنا رہا ہے۔

عرب زمانہ جاہلیت میں رجب' ذی قعدہ' محرم اور ذوالحجہ چار مہینوں کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ وہ ان مہینوں کی حرمت کے پیش نظر جنگ وقتال اور خونریزی کو حرام سمجھتے تھے۔ ہم آج اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ سائنسی' ثقافتی ترقی اپنے عروج پر ہے۔ علوم وفنون کی بہتات ہے۔ ہر کوئی بنیادی شہری حقوق سے مالا مال ہے۔ اسے مذہبی اور مسلکی آزادی حاصل ہے۔ آج کا معاشرہ وسیع القلبی' اعلیٰ ظرفی' اور

روشن خیالی میں پرانے زمانے سے کہیں آگے نکل چکا ہے۔ مادی ترقی' خوشحالی اور علم و فن کے باوجود ہماری اخلاقی گراوٹ کا یہ عالم ہے کہ ہم نے زمانہ جاہلیت کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے ہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ آج کل حرمت اور مقدس مہینے (محرم) میں یوں محسوس ہوتا ہے۔ گویا پورا ملک کسی تیسری جنگ عظیم کی لپیٹ میں آنے والا ہو۔

ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں اعلیٰ ذات کے ہندوں اور نچلی ذات کے ہندوں (شودروں) کے مابین قتل و غارت موجود ہے۔ بعض ترقی یافتہ ممالک میں کالے گوروں کی تمیز کے باعث نفرت و حقارت کی جنگ جاری ہے۔ لیکن ایسی صورتحال کی وجوہات قابل فہم ہیں۔ امت مسلمہ کے دو فرقوں کے درمیان مسلسل خون ریزی قتل و غارت اور دہشت گردی کی کشمکش اور محاذ آرائی اس لحاظ سے قابل فہم نہیں کہ ہمارے ملک میں تمام فرقوں کو بشمول اہل تشیع کو مکمل آئینی حقوق حاصل ہیں۔ آزادی کی اس فضا میں اپنے عقائد پر عمل کرنا اور مسلک پر قائم رہنا قطعی قابل اعتراض نہیں۔ لیکن دوسروں کے عقائد کو تنقید کا نشانہ بنا کر یا ان کے دینی معاملات میں مداخلت کرنا آزاری کا باعث بنتا ہے۔ اس طرز عمل سے امن و امان کی فضا کو مذموم کرنا قابل اعتراض ہی نہیں قابل گرفت بھی ہے۔ فرقہ واریت کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد کی اصلاح اور پختگی کی بجائے دوسروں کے عقائد پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ نیز ہمارا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ منبر و محراب کے وارثان ایک مخصوص ذہن اور سوچ کے دائرہ سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اسی بنا پر رواداری' اعتدال کا فقدان پیدا ہوتا ہے۔ ایک اخبار کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۵ء میں جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں اماموں کی خواندگی کے بارے میں ایک سروے کیا گیا تھا۔ اس سروے کے مطابق ملک بھر میں ۵۵ ہزار اماموں میں سے صرف ۸ ہزار نے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ باقی ۳۶ ہزار نیم خواندہ اور مکمل ان پڑھ تھے۔ جو خدمت اسلام میں مصروف عمل رہے۔ یہ آج سے چودہ برس پہلے کا ایک خاکہ ہے۔ یہ تعداد اب یقیناً دوگنا ہو چکی ہو گی۔ ایسے آئمہ اور خطباء سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے۔ یہی صورتحال ہمارے دینی مدارس کی ہے۔ اکثر شہروں میں بلاشبہ معیاری' اعلیٰ اور مثالی دینی ادارے ضرور موجود ہیں۔ لیکن زیادہ تر مدارس اپنے اپنے مسلک اور عقیدے کی بنیاد پر قائم ہیں۔ جو فرقہ واریت کے فروغ کا باعث بن رہے ہیں۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اسلام کے آفاقی عالمگیر اور اس کی ہمہ گیر تعلیمات کو فراموش کر کے

تشدد کی راہ پر چل پڑے ہیں جو سراسر تباہی و بربادی کا راستہ ہے۔ مسائل تشدد سے حل نہیں ہوتے اور نہ ہی اس طرح اپنے مسلک کی کماحقہ خدمت ہو سکتی ہے۔ بین الاقوامی حالات اور عالم اسلام کے حالات کے پیش نظر اتحاد امت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ آج کشمیر' بوسنیا' چیچنیا' اور بالخصوص کسووو کے مظلوم و محکوم مسلمان دنیا بھر کے مسلمانوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو تا کہ ہم باہمی تصادم' خونی کشمکش کی بجائے اپنی قوت کو مجتمع کر کے دشمنان اسلام کے خلاف استعمال کرتے تاکہ اس ہزیمت اور پسپائی کی ندامت سے بچ سکتے جو اسلامی برادری کا مقدر بنتی جا رہی ہے۔ آج عالم اسلام انتشار' عدم اتحاد اور باہمی اتحاد سے محروم ہو کر مختلف مسائل کا شکار ہے۔ اکثر مسلم ممالک محض اپنے مفاد کے لئے ایک سپر طاقت کے حاشیہ بردار بلکہ غلام بنے ہوئے ہیں۔ حالات کا تقاضا اور وقت کی ضرورت ہے کہ اسلامی ممالک باہمی اختلافات کو ترک کر کے اسلام اور عالم اسلام کی سربلندی کے لئے ایک جان دو قالب ہو جائیں۔

؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

علماء کمیٹی کا قیام!!

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے ملک میں فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء پر مشتمل ایک دس رکنی کمیٹی قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کو اس کمیٹی کا چیئرمین نامزد کیا گیا ہے۔ یہ کمیٹی چند روز میں اپنی سفارشات وزیر اعظم کو پیش کر دے گی۔ کمیٹی میں تحریک جعفریہ اور سپاہ صحابہؓ کے رہنما بھی شامل ہیں۔ علماء کمیٹی کے چیئرمین ڈاکٹر اسرار احمد نے حکومت سے سفارش کی ہے کہ :

(۱)...... صحابہ کرامؓ اور آئمہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو لگام دینے کے لئے پہلے سے موجود تین سال کی سزا میں اضافہ کیا جائے۔ اور ایسے گستاخ کا مقدمہ شریعت کورٹ میں چلایا جائے۔

(۲)...... کوئی فریق جو دوسرے کو کافر سمجھتا ہے۔ وہ اپنا استغاثہ وفاقی شرعی عدالت میں پیش کرے اور متعلقہ مواد اور حقائق عدالت میں پیش کرے۔

(۳)...... ریاض بسرا کے نام پر ہلاک کئے جانے والے شخص اور اس کے ساتھی کی دیت ادا کی جائے۔

وزیراعظم نے یہ کمیٹی اس وقت تشکیل دی ہے۔ جب محرم کی آمد آمد ہے۔ حکومت کو خطرات وخدشات کا سیلاب نظر آرہا ہے۔ حکومت ترجیحی بنیادوں پر محرم میں امن وامان قائم رکھنا چاہتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ قائم کردہ کمیٹی بھی محرم کے وسیع تر انتظامات کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ وزیراعظم کی قائم کردہ کمیٹی کے پاس کوئی الہ دین کا چراغ ہے کہ وہ ملک میں فرقہ واریت کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔ کمیٹی محض سفارشات کو جنم دے سکتی ہے۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے عملاً کچھ نہیں کرسکتی۔ ہماری حکومتوں کا ماضی گواہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ کے التواء یا ٹالنے کا بہترین حل کسی کمیٹی کا قیام رہا ہے۔ موجودہ کمیٹی کا قیام بھی حکومتی ”ڈنگ ٹپاؤ“ پالیسی کا حصہ ہے۔ فرقہ واریت کے سدباب اور اس کے مستقل حل کے لئے ماضی میں سفارشات کے انبار حکومت کے پاس موجود ہیں۔ ماضی میں مختلف مکاتب فکر کے رہنماؤں کو باہم بٹھایا گیا اور ان کے موقف کو سنا گیا۔ قومی یکجہتی کونسل کا قیام فرقہ واریت کو ختم کرنے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا کرنے کی ایک مثبت کوشش تھی۔ کمیٹی کے قیام کا مقصد محض سفارشات کا مرتب کرنا ہے۔ ان پر عمل درآمد کرانا یا نہ کرانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ماضی میں جن سفارشات پر اتفاق رائے ہوا۔ حکومت نے تو اس پر بھی عمل درآمد نہیں کروایا۔ تمام وہ کتب اور لٹریچر جن میں صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی یا اہل بیت کی تضحیک کا پہلو نکلتا ہے۔ ان کا ضبط کیا جانا ضروری ہے۔ اگر یہی اقدام چند برس پہلے کرلیا ہوتا۔ تو فرقہ وارانہ شدت میں کسی قدر کمی آسکتی تھی۔ یہ اقدام معترضین کی تسلی کے لئے بھی مناسب تھا۔

وزیراعظم کی قائم کردہ کمیٹی کی دوسری سفارش کوئی نئی نہیں۔ تاہم اس کا اعادہ اس لحاظ سے مناسب ہے کہ مساجد اور امام بارگاہوں میں خون کی ندیاں بہانے کی بجائے فیصلہ عدالت کے کٹہرے میں ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ جو تنظیم یا جماعت کسی کے کفر کا دعویٰ رکھتی ہے۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں مخلص ہے تو اسے وہ عقائد جو خلاف اسلام محسوس ہوتے ہیں۔ وہ تمام لٹریچر جو دل آزار اور قابل اعتراض ہے شرعی عدالت میں پیش کرکے حقیقی سند حاصل کرنا چاہیئے۔ موجودہ فرقہ وارانہ کشمکش کا مثبت حل اسی میں ہے۔ قتل وغارت خون ریزی اور تشدد ایسے نازک مسائل کا حل نہیں ہوتے اور نہ کبھی ہوئے ہیں۔

وزیراعظم کی قائم کردہ کمیٹی کے اعلان کے چند روز بعد تحریک جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی نے کمیٹی سے لاتعلقی کا اعلان کیا ہے۔ اس لاتعلقی کی وجوہات کی تفصیلات ابھی منظر عام پر نہیں آئیں۔ کمیٹی کے

قیام کے دوسرے روز ہی تحریک جعفریہ کے سربراہ نے حکومتی جماعت سے اتحاد ختم کرنے کا اعلان کردیا۔ یادرہے کہ ان کی جماعت حکومتی پارٹی کی حلیف رہی ہے۔ گو اس اتحاد کا خاتمہ سیاست کا حصہ ہے۔ لیکن موصوف کا یہ اقدام وقت اور موقع محل کے لحاظ سے مناسب نہیں۔ فرقہ وارانہ کشیدگی کو کم کرنے اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے ایک سنہری موقع تھا۔ جس سے فائدہ اٹھا کر ملک اور قوم کو فرقہ واریت کے عذاب اور بحران سے نکالا جاسکتا تھا۔ اس طرز عمل میں کیا مصلحت ہے؟ خدا تعالیٰ کی ذات ہی بہتر جانتی ہے۔ وزیراعظم کی تشکیل کردہ کمیٹی ابھی اپنی لطافت کی داد بھی نہ پا سکی تھی کہ بن کھلے مرجھا گئی۔

ایں چہ بوالعجبیست

۴ ایک اخباری خبر کے مطابق مالاکنڈ میں تحریک نفاذ شریعت کے امیر مولانا صوفی محمد کو عوامی دباؤ کے تحت ریسٹ ہاؤس سے ان کی نجی رہائش گاہ پر منتقل کر کے نظربند کردیا گیا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دیر بالا و دیر پایاں نے شرعی نظام عدل ریگولیشن ۱۹۹۹ء کی ذیلی شق ۹ اور دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے تحت صوفی محمد کی کسی بھی قسم کی سرگرمیوں پر فوری طور پر دو ماہ کے لئے پابندی لگادی ہے۔ حکم عدولی کی صورت میں دفعہ ۱۸۸ کے تحت سزا ہوگی۔

(روزنامہ اوصاف ۱۴ اپریل ۱۹۹۹ء)

۵ مولانا صوفی محمد مالاکنڈ دیر اور اس سے ملحقہ علاقوں میں تحریک نفاذ شریعت کے داعی اور علمبردار ہونے کی حیثیت سے ہر دل عزیز شخصیت ہیں۔ گذشتہ چند برسوں میں صوفی محمد موصوف کو اور ان کی تحریک کو پورے علاقے میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔ ان کی حالیہ نظربندی در حقیقت نفاذ شریعت کی تحریک کو روکنے کی ایک سازش ہے۔ کسی شہری کو بلا جواز گرفتار کر کے نظر بند کرنا عدل وانصاف کے تقاضوں کے سراسر منافی ہے۔ اگر مولانا صوفی محمد کا اس کے سوا کوئی قصور ہے تو بھی حکومت کو آگاہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر مولانا موصوف کا یہی قصور ہے کہ وہ اپنی تحریک کو مقبول عام بنانے میں سرگرم عمل ہیں تو یہ کوئی قصور نہیں۔ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف چند ماہ پہلے مشائخ وعلماء کے ایک بھرپور اجتماع میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کرچکے ہیں۔ اگر وزیراعظم اپنے اعلان اور وعدہ میں مخلص ہیں تو پھر مولانا صوفی محمد کی نظر بندی خود ان کے قول وفعل کے تضاد کی چغلی کھا رہی ہے۔ اگر حکومت اور وزیراعظم ملک میں شریعت کے عملاً نفاذ میں مخلص ہیں تو انہیں صوفی محمد کی تحریک سے خائف ہونے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ انہیں

خوش ہونا چاہیے کہ ایک درویش تحریک کی صورت میں حکومت کے لئے معاون و مددگار ثابت ہو رہا ہے۔ حکومت کو اپنے اطوار پر غور کرنا چاہیے کسی بھی شہری کے بنیادی حقوق کو سلب کرنا شرعی' قانونی اور اخلاقی طور پر درست نہیں۔ اس طرح کے اقدام سے خود حکومتی ساکھ کے متاثر ہونے کا احتمال ہے۔ ہم حکومت سے استدعا کریں گے کہ حکومت کا یہ اقدام دینی حلقوں کے لئے تشویش کا باعث ہے۔ حکومت اپنی دورنگی پالیسی ترک کرے اور قول و فعل کے تضاد کو ختم کرے۔

”ماہنامہ لولاک کے تیسرے سال کا آغاز“

ماہنامہ ہونے کی حیثیت سے لولاک اپنے تیسرے سال کا آغاز کر رہا ہے۔ مئی ۱۹۹۷ء میں ہفت روزہ کی بجائے ماہنامہ کی صورت میں فیصل آباد سے ملتان منتقل کیا گیا۔ چنانچہ کتابی سائز میں ۵۲ صفحات پر مشتمل پہلا شمارہ دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے نئی آن بان سے شائع ہوا۔ تو قارئین نے تہنیتی خطوط لکھ کر مسرت وانبساط کا اظہار کیا۔ ماہنامہ کی اشاعتی ترقی اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سن ہجری کے لحاظ سے تیسرے سال کا پہلا شمارہ محرم الحرام میں شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اب جریدہ ۵۲ کی بجائے ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس پر خوش آئند بات یہ کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان کی قیمت میں قطعی کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

ماہنامہ لولاک کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے ترجمان ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس کے بانی مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمود مرحوم نے شہدائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی یاد کے حوالہ سے لولاک کا پہلا پرچہ مارچ ۱۹۶۴ء کو فیصل آباد سے شائع کیا تھا۔ ۱۹۸۴ء میں مولانا کی وفات کے بعد اس بار گراں کو اٹھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ لولاک مختلف نشیب و فراز سے ہوتا' صحافتی مدو جزر طے کرتا' اور مختلف نوعیت کے بحرانوں سے گزرتا' وادی پر خار میں آبلہ پائی کے باوجود اس کا قلمی سفر جاری رہا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی فتنہ کی ریشہ دوانیوں اور ناپاک سازشوں کو بے نقاب کرنے میں لولاک نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ دینی صحافت پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کی مالا ہے۔ بڑی بڑی دینی علمی شخصیات نے اس پتھر کو چوم کر پھینک دیا۔ مئی ۱۹۹۷ء میں لولاک کی فیصل آباد سے ملتان منتقلی باعث برکت ثابت ہوئی۔ راقم مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کا مشکور ہے جنھوں نے دو سالوں میں شبانہ روز محنت کر کے ماہنامہ لولاک کو دینی جرائد میں ایک ممتاز مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ ان دو برسوں میں لولاک میں قارئین کو نہ صرف معیاری مضامین

پڑھنے کو ملے بلکہ مشن کے حوالہ سے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت' قادیانی فتنہ کا تاریخی پس منظر اور اس کے حقائق کے علاوہ مسئلہ حیات مسیح' مرزا غلام احمد قادیانی کے کذبات جیسے موضوعات پر سیر حاصل مواد پڑھنے کو ملا۔ جنوری ۱۹۹۹ء میں لولاک نے ۱۶۴ صفحات پر مشتمل ختم نبوت کانفرنس ربوہ نمبر شائع کیا۔ جسے دینی حلقوں بالخصوص ختم نبوت کی تحریک سے قلبی وابستگی رکھنے والے حضرات نے بہت پسند کیا۔ اس نمبر میں سالانہ ربوہ کانفرنس کے حوالہ سے لحہ لحہ کی رپورٹ موجود ہے۔ تمام مقررین کی تقاریر کو من و عن شائع کیا گیا ہے۔ یہ صرف نمبر ہی نہیں بلکہ ایک یادگار دستاویز بھی ہے۔

ہم قارئین لولاک کو یقین دلاتے ہیں کہ حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت کاتہم اور حضرت سید نفیس شاہ صاحب اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی جیسے بزرگوں کی سرپرستی میں قادیانی فتنہ کے خلاف قلمی جہاد جاری رکھیں گے۔ ہم اپنے قارئین سے استدعا کریں گے کہ ادارہ لولاک سے تعاون جاری رکھیں۔ اپنی مفید آراء تجاویز سے مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ مشن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!!

خطبات محمود

از حضرت مولانا مفتی اعظم ہند مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

جلد اوّل

حقیقت توبہ — فساد خیال اور اس کا علاج
فوائد صحبت — جذبہ انتقام اور معافی
تاثیر ذکر — ایمان' تقویٰ' صدق
تزکیہ نفس — اصلاح قلب
صلوٰۃ و سلام ہونے کیلئے — حب رسول ﷺ اور صفائے قلب
نظر آنا ضروری نہیں — حقیقت بدعت
مذمت کبر — مراتب علم
حقیقت شکر — تفسیر سورۃ الناس
ذکر نسبت اجازت — قصہ حضرت سیدنا موسیٰؑ
اکابر کا علمی و دینی ذوق — اطاعت رسول ﷺ
ماہ مبارک اور قبولیت دعا — دعا حضرت مرشدی مدظلہ

جلد دوم

① درس سورۃ فاتحہ ---------------
② درس ۱ سورۃ والعصر ----------
③ درس ۲ سورۃ والعصر ----------
④ درس سورۃ الناس ---------------
⑤ درس بخاری شریف ------------
⑥ درس مشکوٰۃ شریف ------------
⑦ علم کا مقام -----------------
⑧ دعوت و تبلیغ کی اہمیت ------------
⑨ تبلیغ کی اہمیت ---------------
⑩ تبلیغ ---------------------
⑪ ضرورت تبلیغ اور مقصد زندگی ------
⑫ تبلیغ کا مقصد اور طریقہ ----------
⑬ تبلیغی محنت کے فوائد ------------

جلد سوم

① ایمان تقویٰ ---------------
② صدق کی حقیقت ------------
③ تقویٰ کے حصول کا طریقہ --------
④ محبت حق کی علامت ------------
⑤ فضیلت ذکر ---------------
⑥ فوائد ذکر ----------------
⑦ محبت رسول ﷺ ------------
⑧ حضور ﷺ کے حقوق ----------
⑨ حقوق مصطفیٰ ﷺ ------------
⑩ آداب صلوٰۃ و سلام ------------
⑪ اتباع سنت ---------------
⑫ مغفرت اتباع سنت میں ہے -------
⑬ اعمال صالحہ میں حیات ہے --------

کامل تین جلد

قیمت 279 روپے

ادارۂ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان ☎ 41501-540513

شوق جہاد اور صحابہ کرامؓ

قاضی احسان احمد اسلام آباد

"اور جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ان کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔" (سورۃ البقرہ آیت ۵۴)

تمام تعریفیں اور تمام عظمتیں اسی کو سزاوار ہیں یہ تمام کائنات اللہ رب العزت کی ہی جلوہ گاہ ہے۔ کائنات میں سے کسی کو بھی اگر کوئی مقام' مرتبہ' عزت' رفعت حاصل ہوئی ہے تو یہ اسی کا کمال ہے اور اسی کی عنایت سے حاصل ہوئی ہے۔ حسن و جمال' فضل و کمال' عزت و جلال کا وہ تنہا مالک ہے۔ اگر مخلوقات میں سے کسی کو یہ چیزیں عطا ہوئی ہیں تو یہ اسی کی عنایت اور نیاز مندی ہے۔ اس میں کسی مخلوق اور بندے کا کوئی کمال نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بھی ایسا ہی ایک کمال' ایسا ہی ایک فضل' ایسی ہی ایک عنایت اللہ رب العزت نے اسلام کی سربلندی' عظمت اور ترقی کے لئے جان دینے والے مجاہد کے لئے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس کو مقام اور مرتبہ دیا ہے اس کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

مجاہد کا مقام

اللہ رب العزت نے اپنے کامل دین کی سربلندی کے لئے لڑنے والے اور شہید ہونے والے کو وہ مقام اور مرتبہ دیا ہے کہ اس کا عام لوگ شعور نہیں رکھتے۔ انہیں وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ زاہد اپنے تقویٰ سے' عالم اپنے علم سے' فقیہ اپنی فقاہت سے واعظ اپنے وعظ سے جتنی بھی محنت اور مشقت کرے لیکن مجاہد جیسا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑنے والے مجاہد تک نہیں جا سکتا۔ کیوں اس لئے کہ اللہ رب العزت خود فرماتے ہیں:

"فضل اللّٰہ المجاہدین علی القاعدین درجہ ۔"

کہ اللہ رب العزت ہی بے شمار مرتبے' مقام اور رفعتیں عنایت کرنے والا ہے۔ ان سب کے باوجود مجاہد کا مقام شیخ سے' پیر سے' عالم سے' فقیہ سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ خود فرمارہے ہیں کہ ہم نے مجاہد کو

تمام بیٹھنے والوں پر فضیلت اور فوقیت دے رکھی ہے۔ یہ معمولی مقام نہیں اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو بہت پسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں محض سربلندی اسلام کو اجاگر کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے پوری ہمت‘ جان فشانی‘ جواں مردی‘ قوت سے کفار اور مشرکین کی صفوں کو پھاڑتا ہوا میدان جنگ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ادھر سے ادھر تک جاتا ہے اور اپنی کامیابی اور کامرانی کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ کہ یہ تیری دی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی نعمت جان لئے پھرتا ہوں اس کو قبول کرلے تاکہ اپنی نجات اور سرخ روئی کے لئے کچھ نہ کچھ توتوشہ آخرت بنا جاؤں تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے بارے میں فرمارہے ہیں:

”ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص ۰“

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار بن کر دیوانہ وار لڑتے ہیں اور وہ فیصلہ کر کے رہتا ہے کہ اس کا فرسے اسلام کی حقانیت منوا کر دم لیتا ہے۔ یا پھر جان قربان کر کے مرتبہ شہادت پاتا ہے۔ اللہ رب العزت کو مجاہد کی ہر ادا اس کا چلنا پھرنا‘ اٹھنا بیٹھنا‘ سونا جاگنا‘ کھانا پینا‘ آنا جانا‘ اتنا پسند آتا ہے کہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مجاہد کے گھوڑے کی رسی کا اجر و ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ مجاہد جب ایک لمحہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے تو یہ اس کا لڑنا (۶۰) سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں ایک مجاہد کی زندگی اتنی بلند عظیم اور اہمیت کی حامل ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اتنی دیر لڑے جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ نکالا جاتا ہے تو اللہ رب العزت اس پر جنت واجب کر دیتے ہیں۔ ان تمام فضائل اور مناقب کے بعد جب میں ایک نظر عالم اسلام پر ڈالتا ہوں‘ ذرا غور و فکر کرنا شروع کرتا ہوں‘ ذرا اپنے آپ کو سوچوں کے سمندر میں غرق اور دماغ کی کھڑکیاں کھول کر سوچتا ہوں کہ آہ مسلمان ساری دنیا میں کیوں ذلیل ور سوا ہو رہا ہے۔ کیوں اس کو اتنا کمزور سمجھا جاتا ہے۔ تو بسیار سوچ کے بعد میں اس فیصلہ پر آتا ہوں‘ میری سوچ اس جگہ آکر رک جاتی ہے‘ میرا قلم اسی جگہ آکر خشک ہو جاتا ہے‘ میرے قویٰ اس جگہ آکر جواب دے جاتے ہیں کہ مسلمان کے اندر سے جذبہ جہاد نکال دیا گیا ہے۔ یہ جس جذبہ سے سرشار کبھی کفار کو جڑ سے نکال دیتا تھا۔ اس کے اندر سے اسی جذبہ کا فقدان بے خلت ہے۔ گویا کہ اس کے اندر سے روح جہاد کو نکال دیا ہے۔ اب مسلمان کیا ہے؟ راکھ کا ڈھیر ہے۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ جب مسلمان کے اندر جذبہ جہاد اجاگر تھا‘ شوق شہادت موجود تھا تو یہ ایک

ہوتا‘ تب غالب‘ سو ہوتے‘ تب بھی غالب‘ ہزار ہوتے‘ تب بھی غالب۔ لیکن جب اس مسلمان کے اندر اس عظیم جذبہ کا فقدان ہوا تو یہ کچھ نہ رہا۔ کہیں کا نہ رہا۔

عالم اسلام اس بات کا شاہد ہے کہ جس کے اندر جس قدر جذبہ جہاد موجود رہا ہے اس قدر اسلام کی سربلندی اور حقانیت میں اس کا کردار سب سے اہم اور سب سے اعلیٰ درجہ کا حاصل رہا ہے۔ حضور ﷺ کے سب سے پہلے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ اس کائنات کے وہ آفتاب و مہتاب ہیں وہ روشن ستارے اور عظیم رہنما اور مقتداء ہیں کہ حضور ﷺ کی نظر کرم نے ان کو زمین سے آسمان پر لا اٹھایا جو زمانہ کے سب سے برے لوگ تھے وہ سب سے اکمل بن گئے‘ جو زمانہ کے سب کمزور لوگ تھے وہ سب سے طاقتور بن گئے۔ حضور سرور کائنات فخر موجودات رحمت العالمین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اندر اس قدر ایمان بھر دیا تھا کہ دنیا کی کوئی چیز کوئی طاقت کوئی بڑے سے بڑا حکمران ان کے ایمان کا سودہ نہ کر سکتا تھا۔ صحابہ کرامؓ کے اندر جذبہ جہاد‘ جذبہ خدمت‘ جذبہ حقیقت‘ جذبہ عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔ گویا کہ حضور ﷺ نے اپنے اندر کے تمام فضائل صحابہ کرامؓ کے اندر منتقل کر دیئے تھے۔

ذرے ہوئے بلند ہوا ان کو نے اڑی
قطرے ہوئے جو پست گوہر ہو کہ رہ گئے

اب صحابہ کرامؓ کے چند ایک واقعات جذبہ جہاد کے متعلق تحریر کیے جاتے ہیں:

حضرت انس بن نضرؓ کی شہادت

حضرات صحابہ کرامؓ میں سے ایک عظیم صحابی حضرت انس بن نضرؓ تھے۔ یہ اسلام کے سب سے پہلے معرکہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ ان کی طبیعت پر اس کا بہت بوجھ اور ملال تھا اور اپنے آپ کو اسی بات پر ملامت کرتے رہتے کہ پہلا معرکہ ہوا اور تو اس میں شریک نہ ہوا اور دل کے اندر بھرپور تمنا ہے کہ اب اگر کوئی اور معرکہ ہو‘ تو پھر اس میں حصہ ملے‘ پورا کروں گا۔ اتفاق سے احد کی لڑائی پیش آگئی جس میں بہت حوصلہ مندی اور بہادری سے شریک ہوئے اور کفار کی صفیں توڑ کر رکھ دیں۔ کفار اور مشرکین کے حوصلے پست کر دیئے۔ اسی کے اندر مسلمانوں کو حضور ﷺ کے ایک فرمان میں اجتہادی غلطی لگ جانے کی وجہ سے وقتی طور پر بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور شکست کی سی صورت بن گئی جس وقت مسلمانوں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا جس کا حضور نے حکم کیا کہ اس کو میرے حکم کے بغیر نہیں چھوڑنا۔ غرض کہ مسلمان پست ہوتے

لگے اتنے میں حضرت انس بن نضرؓ نے سامنے سے آتے ہوئے حضرت سعد بن معاذؓ کو دیکھا اور کہا کہ کہاں جارہے ہو جنت کی خوشبو آرہی ہے اور تلوار پہلے سے ہاتھ میں تھی اور کفار کے لشکر کے اندر گھس گئے اور بہت بہادری اور طاقت سے مقابلہ کیا اور شہادت پائی اور جب ان کو دیکھا گیا تو بدن پر اسی (۸۰) تیر کے نشان تھے۔ آپ کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچان لیا۔ صحابہ کرامؓ کے اندر صحابیات بھی بہت ساری ایسی گزری ہیں کہ جن کی زندگی ہمارے لئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

صحابیات میں سے حضرت سمیہؓ کو اسلام قبول کرنے پر بہت تکالیف دی گئیں اور ان کو بہت ستایا گیا۔ لیکن ان کو اسلام کی اس قدر چاشی تھی کہ کوئی تکلیف تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ شہادت کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتیں۔ ایک دفعہ کفار نے اتنی تکالیف دیں باوجود کمزور اور ضعیف ہونے کے ان کو رحم اور ترس نہ آیا ابو جہل نے برچھا مار کر ان کو بہت بے دردی سے شہید کر دیا۔ حضرت زنیرہؓ کی آنکھیں نکال دیں مگر اسلام کی حقانیت اور جذبہ جہاد و شہادت اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ ہر تکلیف منظور تھی۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اور ان کے والد کو دین اسلام قبول کرنے پر بہت تکالیف دی گئیں۔ حضرت یاسرؓ کو سارا دن مارا جاتا گرم ریت پر ڈالتے اور جو ممکن ہو سکتا تکالیفیں دی جاتیں۔ مگر انہوں نے اس حالت میں جان دے دی دین پر آنچ نہ آنے دی۔ حضرت عمارؓ بہت بہادری اور حوصلہ سے لڑتے اور کفار اور مشرکین کی صفیں توڑ کر رکھ دیتے تھے۔ سب سے پہلے شہید ہونے والی حضرت سمیہؓ اور اسلام کے اندر سب سے پہلی مسجد حضرت عمار نے بنائی۔ جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت عمارؓ نے سوچا کہ حضور ﷺ کے لئے کوئی سایہ کہ جگہ بنائی جائے جہاں دوپہر کو آرام اور نماز پڑھ سکیں تو اس کے لئے خود پتھر جمع کرتے اور تراش میں بھرپور انداز سے شریک ہوتے تھے۔ اس دوران مزے میں آکر کہنے لگے اب جاکر حضور ﷺ سے اور ساتھیوں سے ملیں گے تو بعد میں کسی سے پانی مانگا تو اس نے دودھ دے دیا جب آپ نے پی لیا تو فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ دنیا میں آخری چیز دودھ پئیں گے اس کے بعد لڑائی کے اندر شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔

یہ صحابہ کرامؓ کا جذبہ شہادت اور شوق جہاد تھا تاریخ ایسے انمول اور نادر واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اللہ کریم ہمیں ان سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے دین و ایمان کی سربلندی کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شہادت سیدنا فاروق اعظمؓ

مولانا ابوالکلام آزاد

ابوالکلام آزاد کا قلم کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ اس تحریر نے سوتے ہوئے ذہنوں کو جگایا۔ یہ قلم جب کسی لمحات کو قرطاس پر بکھیرتا ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ابوالکلام آزاد کی وہ تحریر جس کو شروع کرکے آپ ختم کئے بغیر نہ چھوڑ سکیں گے۔

بار خلافت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پاک کے بعد دین توحید اور امت مسلمہ کی پاسبانی کا کام ایک پہاڑ تھا' بلکہ اس سے بھی زیادہ بوجھل۔ یہ ناقابل برداشت بوجھ اسلام کے دو مخلص ترین فرزندوں نے متحد ہو کر اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ اُن میں پہلی شخصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھی اور دوسری عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کیفیت یہ تھی کہ انہیں ایک طرف فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم کھائے جاتا تھا اور دوسری طرف اسلام امت کے افکار ان کے دل ودماغ کو پگھلاتے تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صرف سوا دو سال جی سکے۔ اس کے بعد یہ پورا بوجھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر آگیا موصوف نے کس مشقت اور جان کنی سے اپنے فرائض خلافت ادا کئے اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیجئے۔

ہرمزان بڑی شان وشوکت کا سپہ سالار تھا۔ یزدگرد شہنشاہ ایران نے اسے اھواز اور فارس' دو صوبوں کی گورنری دیکر دیگر مسلمانوں کے مقابلے میں بھیجا تھا۔ جنگ ہوئی تو ہرمزان نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ اسے مدینہ میں صحیح وسلامت پہنچا دیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو کچھ بھی فیصلہ کریں گے' اسے منظور ہو گا ہرمزان بڑی شان وشوکت سے روانہ ہوا' بڑے بڑے ایرانی رئیس اس کے ہم رکاب تھے۔ جب یہ مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے تاج مرصع سر پر رکھا' دیبا کی قبا زیب بدن کی' کمر سے مرصع تلوار لگائی اور شاہانہ

جاہ و جلال کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔ مسجد نبوی ﷺ کے قریب پہنچ کر پوچھا کہ امیر المؤمنین کہاں ملیں گے؟ ایرانیوں کا خیال تھا کہ جس شخص کے دبدبے نے تمام دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس کا دربار بھی بڑے سازو سامان کا ہوگا' ایک بدوی نے اشارہ سے بتایا وہ ہیں امیر المؤمنین۔ حضرت عمرؓ اس وقت صحن مسجد میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے تھے۔

جب یرموک میں ۳۰ ہزار رومی اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن کر مسلمانوں کے ساتھ لڑے تو حضرت عمرؓ کا حال کیا تھا؟ صحیح روایت ہے کہ جب تک یہ لڑائی ہوتی رہی حضرت عمرؓ رات کے وقت چین سے نہیں سوئے۔ پھر جب فتح کی خبر پہنچی تو بے اختیار سجدے میں گر گئے اور آنسو بہانے لگے۔

جنگ قادسیہ میں شہنشاہ ایران نے ملک کی آخری طاقتیں میدان جنگ میں جھونک دی تھیں جنگ کی بلاخیزی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ صرف ایک دن کے اندر معرکہ اغواث میں ۱۰ ہزار ایرانی اور ۲ ہزار مسلمان مقتول و مجروح ہوئے تھے۔ دوران جنگ حضرت عمرؓ کا حال یہ تھا کہ جب سے قادسیہ کا معرکہ شروع ہوا تھا آپ ہر روز طلوع آفتاب کے ساتھ مدینہ سے نکل جاتے تھے اور کسی درخت کے نیچے اکیلے کھڑے قاصد کی راہ تکتے رہتے تھے۔ جب قاصد فتح کی خبر لایا تو آپ اس وقت بھی باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ سعد کا قاصد ہے تو آپ نے حالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ قاصد اونٹ بھگائے جاتا تھا حالات بیان کرتا جاتا تھا اور حضرت عمرؓ رکاب کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ جب شہر کے اندر مسلمانوں نے انہیں امیر المومنین کہہ کر پکارنا شروع کیا تو قاصد حیرت زدہ رہ گیا کہ آپ ہی رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں' اب قاصد کہتا تھا اے امیر المومنین ! آپ نے اپنا نام کیوں نہ بتایا کہ میں اس گستاخی کا مرتکب نہ ہوتا۔ مگر آپ فرماتے تھے یہ نہ کہو اپنی اصلی بات جاری رکھو' قاصد بیان کرتا گیا اور آپ اسی طرح رکاب کے ساتھ ساتھ چل کر گھر تشریف لائے۔

جب خلافت کی ذمہ داری قبول فرما چکے تو مسلمانوں کو مسجد نبوی ﷺ میں جمع کر کے ارشاد فرمایا۔ مسلمانو ! مجھے تمہارے مال میں اس قدر حق ہے جس قدر یتیم کے سرپرست کو یتیم کے مال میں ہوتا ہے' اگر میں دولتمند ہوا تو کچھ معاوضہ نہیں لوں گا۔ اگر تہی دست ہو گیا تو صرف کھانے کا خرچ لوں گا' پھر بھی مجھ سے برابر باز پرس کرتے رہنا کہ میں نہ تو بے جا طور پر جمع کروں اور نہ بے جا طور پر خرچ کر سکوں۔ بیماری میں شہد کی ضرورت ہوئی تو مسجد نبوی ﷺ میں سب کو جمع کر کے درخواست کی۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لوں۔ لوگوں نے منظور کیا تو شہد لیا۔

رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی' آنسوؤں کی روانی سے چہرہ اقدس پر دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب قرأت کرتے ہوئے آیت پاک "انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ ." پر پہنچے تو اس زور سے روئے کہ لوگ مضطرب ہو گئے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے "ان عذاب ربک لواقع . مالہ من دافع ." تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ بعض دفعہ لوگوں کو شبہ ہوتا تھا کہ فرط غم سے آپ کا دل چھوٹ جائے گا اور اب آپ بچیں گے نہیں۔ کئی دفعہ حالت اس قدر رقیق ہو جاتی تھی کہ کئی کئی دن تک لوگ بیمار پرسی کرنے آتے تھے۔

ایک صحابی ان اعمال حسنہ کا ذکر کر رہے تھے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر انجام دیئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے قرار ہو گئے اور ارشاد فرمایا۔ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ اگر اجر نہ ملے تو عذاب سے ہی بچ جاؤں۔

ایک راستے پر سے گذر رہے تھے کہ کچھ خیال آیا وہیں آپ زمین کی طرف جھکے اور ایک تنکا اٹھالیا' پھر ارشاد فرمایا اے کاش ! میں اس تنکے کی طرح خس وخاشاک ہوتا۔ اے کاش ! میں پیدا ہی نہ کیا جاتا' اے کاش ! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا۔ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا دنیا کے تمام لوگ بخش دیئے گئے ہیں تب بھی میرا خوف زائل نہیں ہوگا۔ میں سمجھوں گا شاید وہ بد قسمت انسان میں ہوں گا۔

ان خیالات نے آپ کی معاشی زندگی میں بڑی تکلیف پیدا کر دی تھی۔ آپ روم اور ایران کے شہنشاہ بن چکے تھے۔ پھر بھی آپ سے فقر وفاقہ کی زندگی نہ چھٹی' لوگ اس کو محسوس کرتے تھے مگر آپ راضی برضا تھے ایک دن آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جرات کر کے یہ کہہ ہی دیا۔ والد محترم خدا نے آپ کو بڑا درجہ دیا ہے آپ کو اچھے لباس اور اچھی غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا۔ اے جان پدر ! معلوم ہوتا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے فقر وفاقہ کو بھول گئی ہو' خدا کی قسم ! میں انہیں کے نقش قدم پر چلوں گا تاکہ آخرت کی مسرت حاصل کر سکوں' اس کے بعد آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تنگ دستی کا ذکر چھیڑ دیا۔ یہاں تک کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بے قرار ہو کر رونے لگیں۔

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان نے آپ کی دعوت کی جب دستر خوان پر بعض اچھے کھانے آئے تو آپ

نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ دو گے تو ضرور بھٹک جاؤ گے۔

حضرت احوص ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی ڈالا ہوا تھا آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا' یہ ایک سالن نہیں ہے یہ دو سالن ہیں۔ گھی ایک سالن ہے اور گوشت الگ سالن ہے پھر اس تکلف کی کیا ضرورت ہے کہ دونوں کو جمع کرکے کھایا جائے۔

صحابہؓ نے آپ کے جسم مبارک پر کبھی نرم کپڑا نہیں دیکھا تھا آپ کے کرتے میں بارہ بارہ پیوند ہوتے تھے۔ سر پر پھٹا عمامہ ہوتا تھا اور پاؤں میں پھٹی جوتی ہوتی تھی پھر جب اسی حال میں قیصرو کسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے تو مسلمان شرماجاتے تھے مگر آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں نے مل کر کہا۔ اے امیرالمومنین ! خدا نے آپ کو مرتبہ دیا شہنشاہوں کے سفیر آپ کے پاس آتے ہیں اب آپ کو اپنی معاشرت بدل دینی چاہیے۔ فرمایا' افسوس ہے تم دونوں رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہو کر مجھے دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو۔ اے عائشہؓ ! تم رسول اللہ ﷺ کی حالت کو بھول گئیں جب کہ گھر میں صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی کو آپ دن کے وقت بچھاتے اور اسی کو رات کو اوڑھتے تھے۔ اے حفصہؓ ! کیا تمہیں یاد نہیں جب ایک رات تم نے رسول اللہ ﷺ کے بستر کو دوہرا کرکے بچھا دیا تو آپ رات بھر سوئے رہے پھر صبح اٹھتے ہی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا حفصہؓ یہ تم نے کیا کیا تم نے میرے بستر کو دوہرا کر دیا اور میں صبح تک سوتا رہا مجھے دنیاوی آسائشوں سے کیا تعلق؟ تم نے فرش کی نرمی سے مجھے کیوں غافل کر دیا؟۔

ایک دفعہ کرتہ پھٹ گیا تو آپ پیوند پر پیوند لگاتے تھے حضرت حفصہؓ نے روکا تو فرمایا اے حفصہؓ ! میں مسلمانوں کے مال میں اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا۔

جب آپ منڈی کی تنبیہ وہدایت کے لئے بازار میں گشت فرماتے تھے تو آپ کوئی پرانی رسی یا کھجور کی گٹھلی جو سامنے آجاتی۔۔۔۔ اٹھالیتے تھے اور لوگوں کے گھروں میں پھینک دیتے تھے تاکہ لوگ پھر ان سے نفع اٹھائیں۔

ایک دفعہ عتبہ بن فرقد آپ کے پاس آئے دیکھا کہ ابلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے سامنے رکھے ہیں اور انہیں زبردستی حلق کے نیچے اتار رہے ہیں ان سے رہا نہ گیا۔ کہنے لگے امیرالمومنین ! اگر آپ کھانے پینے میں کچھ زیادہ صرف کریں تو اس سے امت کے مال میں کمی نہیں آسکتی۔ فرمایا' افسوس ! کیا تم مجھے عیش وعشرت کی ترغیب دیتے ہو؟ ربیع بن زیاد نے کہا۔ اے امیرالمومنین ! آپ اپنے خدا داد مرتبہ کی

وجہ سے عیش و آرام کے زیادہ مستحق ہیں' آپ خفا ہو گئے اور فرمایا' میں قوم کا امین ہوں۔ کیا امانت میں خیانت جائز ہے؟۔

اپنے وسیع کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ سفر حج میں کل ۸۰ درہم خرچ آگئے اس پر بار بار افسوس کرتے تھے کہ مجھ سے فضول خرچی ہو گئی ہے۔ اس خیال سے کہ بیت المال پر بوجھ نہ پڑے آپ اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں پر برابر پیوند لگاتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ممبر پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے کرتہ کے پیوند گنے' بارہ شمار میں آئے۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ میں نے آپ کا پاجامہ دیکھا اس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔

ایک دفعہ بحرین سے مال غنیمت میں مشک و عنبر آیا اور اسے تقسیم کرنے کے لئے آپ کو ایک ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو نہایت احتیاط کے ساتھ وزن کر سکے۔ آپ کی بیوی نے کہا میں نہایت ہی خوش اسلوبی سے اس خدمت کو انجام دے سکتی ہوں۔ فرمایا' عاقلہ ! میں تم سے یہ کام نہیں لوں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ مشک تمہاری انگلیوں میں لگ جائے گا پھر تم اسے اپنے جسم پر ملوگی اور جوابدہ اس کا میں ہوں گا۔

ایک دفعہ سر پر چادر ڈال کر دوپہر کو گشت کے لئے نکلے اسی وقت ایک غلام گدھے پر سوار جا رہا تھا' چونکہ تھک گئے تھے اس لئے سواری کی خواہش ظاہر کی غلام فوراً" اتر پڑا اور گدھا پیش کیا۔ فرمایا' میں تمہیں اس قدر تکلیف نہیں دے سکتا تم بدستور سوار رہو میں پیچھے بیٹھ جاتا ہوں اسی حالت میں مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوئے۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ غلام آگے بیٹھا ہے اور امیرالمومنین اس کے پیچھے سوار ہیں۔

انتظام سلطنت کے سلسلے میں کئی دفعہ سفر کئے کبھی خیمہ ساتھ نہ لیا ہمیشہ درخت کے سایہ میں ٹھہرتے تھے اور فرش خاک پر اپنا بستر جمالیتے تھے کبھی کسی درخت پر اپنا کمبل تان لیتے تھے اور دوپہر کاٹ لیتے تھے۔

۱۸ھ میں قحط پڑا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے قراری قابل دید تھی گوشت گھی اور تمام دوسری مرغوب چیزیں ترک فرما دیں' ایک دن اپنے بیٹے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا تو سخت خفا ہوئے۔ کہنے لگے مسلمان بھوکے مر رہے ہیں اور تم میوے کھاتے ہو۔

چونکہ گھی کی بجائے روغن زیتون کھانا شروع کر دیا تھا اس واسطے ایک روز شکم مبارک میں قراقر ہوئی آپ نے پیٹ میں انگلی چبھو کر فرمایا جب تک ملک میں قحط پڑا ہے تمہیں یہی کچھ کھانے کو ملے گا۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک وفد نے مل کر عرض کیا کہ اگر آنجناب ذرا بہتر کھانا کھایا کریں تو اللہ تعالیٰ کے کام میں اور زیادہ قوی ہو جائیں گے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہ تمہاری ذاتی رائے ہے یا

سب مسلمان اس کا تقاضا کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یہ سب مسلمانوں کی متفقہ رائے ہے۔ فرمایا' میں تمہاری خیر خواہی کا مشکور ہوں مگر میں اپنے دو پیش رووں کی شاہراہ ترک نہیں کر سکتا۔ مجھے ان کی ہم نشینی یہاں کی لذتوں سے زیادہ مرغوب ہے۔

جو لوگ محاذ جنگ پر گئے ہوتے ان کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر انہیں بازار سے سودا سلف لا دیتے' اہل فوج کے خطوط آتے تو خود گھروں میں پھر کر پہنچا دیتے' جس گھر میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہوتا وہاں خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ دیتے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز صبح سویرے مجھے شک ہوا کہ سامنے کے جھونپڑے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں پھر خیال آیا کہ امیرالمومنین کا یہاں کیا کام؟ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ اس کی خبر گیری کے لئے آتے ہیں۔

یہ تھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روزانہ کی زندگی اللہ کا بے پناہ خوف' مسلمانوں کی بے پناہ خدمت' شب و روز کی بے پناہ مصروفیتیں' ان سب پر مستزاد یہ کہ ایک رات بھی پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے اور ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جسم مبارک روز بروز تحلیل ہوتا گیا قوت گھٹ گئی۔ جسم مبارک سوکھ گیا اور بڑھاپے سے بہت پہلے بڑھاپا محسوس کرنے لگے ان ایام میں اکثر فرمایا کرتے۔ "اگر کوئی دوسرا شخص بار خلافت اٹھا سکتا تو خلیفہ بننے کی بجائے مجھے یہ بہت زیادہ پسند تھا کہ میری گردن اڑا دی جائے۔"

۲۳ھ میں کرمان' سجستان' مکران' اور اصفہان کے علاقے فتح ہوئے گویا سلطنت اسلامی کی حدود مصر سے بلوچستان تک وسیع ہو گئیں۔ اسی سال آپ نے آخری حج کیا' حج سے واپس تشریف لا رہے تھے راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے اور بہت سی کنکریاں جمع کر کے ان پر چادر بچھائی پھر چت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔

خداوندا! "اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے میرے قویٰ کمزور پڑ گئے ہیں اور میری رعایا ہر جگہ پھیل گئی ہے۔ اب تو مجھے اس حالت میں اٹھا لے کہ میرے اعمال برباد نہ ہوں اور میری عمر کا پیمانہ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔"

سامان شہادت

کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے کہا میں تورات میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ شہید ہوں گے۔ آپ نے فرمایا' یہ کیسے ممکن ہے کہ عرب میں رہتے ہوئے میں شہید ہو جاؤں؟ پھر دعا فرمائی: اے خداوندا! مجھے اپنے

راستے میں شہادت عطا کر اور اپنے محبوب ﷺ کے مدینہ کی حدود کے اندر پیغام اجل ارزانی فرما۔

ایک دن خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا' میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ آیا اور مجھ پر ٹھونگیں مار رہا ہے۔ اس کی تعبیر یہی ہو سکتی ہے کہ اب میری موت کا زمانہ قریب آگیا میری قوم مطالبہ کر رہی ہے کہ میں اپنا ولی عہد مقرر کروں۔

یاد رکھو میں موت کا مالک ہوں نہ دین اور خلافت کا خدا تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کا خود محافظ ہے وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ کوئی مشرک جو بالغ ہو مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ گورنر کوفہ نے آپ کو لکھا کہ یہاں کوفہ میں فیروز نامی ایک بہت ہوشیار نوجوان ہے اور وہ نقاشی' نجاری اور آہن گری میں بڑی مہارت رکھتا ہے اگر آپ اسے مدینہ میں داخلے کی اجازت عطا کریں تو وہ مسلمانوں کے بہت کام آئے گا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو بھیج دیا جائے۔ فیروز نے مدینہ پہنچ کر شکایت کی کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے مجھ پر بہت زیادہ ٹیکس لگا رکھا ہے' کم کرا دیجئے۔ حضرت عمرؓ : کتنا ٹیکس ہے؟ فیروز : دو درہم روزانہ (سات آنے) حضرت عمرؓ : تمہارا پیشہ کیا ہے؟ فیروز : نجاری' نقاشی' اور آہن گری۔ حضرت عمرؓ : ان صنعتوں کے مقابلے میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔

فیروز کے لئے یہ جواب ناقابل برداشت تھا وہ عناد سے لبریز ہو گیا اور دانت پیستا ہوا باہر چلا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین میرے سوا ہر ایک کا انصاف کرتے ہیں چند روز کے بعد حضرت عمرؓ نے اسے پھر یاد فرمایا اور پوچھا میں نے سنا ہے کہ تم ایک ایسی چکی تیار کر سکتے ہو جو ہوا سے چلے؟ فیروز نے ترش روئی سے جواب دیا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی چکی تیار کروں گا جسے یہاں کے لوگ کبھی نہیں بھولیں گے۔ فیروز رخصت ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ نوجوان مجھے قتل کی دھمکی دے گیا ہے۔

دوسرے روز ایک دو دھارا خنجر جس کا قبضہ وسط میں تھا آستین میں چھپا کر صبح سویرے مسجد کے گوشہ میں آبیٹھا۔ مسجد میں کچھ لوگ صفیں سیدھی کرنے پر مقرر تھے۔ جب وہ صفیں سیدھی کر لیتے تھے تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے اور امامت کراتے تھے۔ اس روز بھی اسی طرح ہوا جب صفیں سیدھی ہو چکیں تو حضرت عمرؓ امامت کے لئے آگے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی فیروز نے دفعتہ" گھات میں سے نکل کر چھ وار کئے جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا۔ دنیا نے اس دردناک ترین حالت میں خدا پرستی کا ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ اس وقت

جبکہ حضرت عمرؓ اپنے قدموں پر گر رہے تھے آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر کھڑا کردیا اور خود وہیں زخموں کے صدمہ سے زمین پر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ سامنے پڑے تڑپ رہے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا لیکن آخر پکڑا گیا اور اسی وقت اس نے خود کشی کرلی۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو اٹھا کر گھر لایا گیا آپ نے سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے عرض کیا' فیروز' اس جواب سے چہرہ انور پر بشاشت ظاہر ہوئی اور زبان مبارک سے فرمایا : الحمدللہ ! میں کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں ہے اس لئے شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک طبیب کو بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا مگر یہ دونوں چیزیں زخم کی راہ سے باہر آگئیں۔ اس سے تمام مسلمانوں پر افسردگی طاری ہوگئی وہ سمجھے کہ اب حضرت عمرؓ جانبر نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عمرؓ تنہا زخمی نہیں ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا مدینہ زخمی ہوگیا ہے۔ خلافت اسلامیہ زخمی ہوگئی ہے اس سے بھی زیادہ یہ کہ خود اسلام پاک زخمی ہوگیا ہے غم میں ڈوبے ہوئے لوگ آپ کی عیادت کے لئے آتے تھے اور بے اختیار آپ کی تعریفیں کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ آگئے اور آپ کے فضائل و اوصاف بیان کرنے لگے۔ ارشاد فرمایا' اگر آج میرے پاس دنیا بھر کا سونا بھی موجود ہوتا تو میں اسے خوف قیامت سے رستگاری حاصل کرنے کے لئے قربان کردیتا۔

انتخاب خلافت کی مہم

جب تک حضرت فاروق اعظمؓ سامنے تھے انہیں نئے انتخاب کا تصور تک نہیں ہوا۔۔۔۔۔۔

اور وہ یوں سمجھے تھے کہ شاید اسلام کا یہ سب سے بڑا خادم یونہی عرصہ دراز تک امت رسول ﷺ کی حفاظت کرتا رہے گا۔ جب عمر فاروقؓ ناگہاں بستر پر گر پڑے تو مسلمانوں کو اب پہلی دفعہ اپنی بے بسی اور اسلام کی تنہائی کا احساس ہوا۔ اب مسلمانوں کو سب سے پہلی فکر یہی تھی کہ اب حضرت عمرؓ کے بعد اس امت کا محافظ کون ہوگا؟ جتنے بھی لوگ خبر گیری کے لئے آتے تھے یہی عرض کرتے تھے۔ " امیرالمومنین ! آپ اپنا جانشین مقرر کرتے جایئے " آپ مسلمانوں کا یہ تقاضا سنتے تھے اور چپ ہو جاتے تھے آخر ارشاد فرمایا ! تم چاہتے ہو کہ میری موت کے بعد بھی یہ بوجھ میرے کندھوں پر رہے؟ یہ نہیں ہو سکتا میری آرزو صرف یہی ہے کہ میں اس مسئلہ سے اس طرح الگ ہو جاؤں کہ میرے عذاب و ثواب کے دونوں پلڑے برابر رہ جائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلافت کے مسئلہ پر مدتوں غور فرمایا تھا اور وہ اکثر اسی کو سوچا کرتے تھے لوگوں نے متعدد مرتبہ ان کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا جاتا تو ارشاد فرماتے میں خلافت کے معاملے میں حیران ہوں کچھ نہیں سوجھتا۔ بار بار کے غور و فکر کے بعد بھی ان کی نظر کسی ایک شخص پر جمتی نہیں تھی۔ بارہا ان کے منہ سے ایک بے ساختہ آہ نکل جاتی تھی۔ افسوس مجھے اس بار کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا۔

ایک شخص نے کہا آپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کردیتے؟ فرمایا' اے شخص ! خدا تجھے غارت کرے واللہ میں نے کبھی خدا سے یہ استدعا نہیں کی۔ کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ بنادوں جس میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کی بھی صحیح قابلیت موجود نہیں ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا ! میں اپنے ساتھیوں کو خلافت کی حرص میں مبتلا دیکھ رہا ہوں۔ ہاں اگر آج سالم مولیٰ رضی اللہ عنہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ یا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں ان کے متعلق کہہ سکتا تھا۔ اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بہت زیادہ پسند تھا کہ انتخاب خلافت کے مسئلہ کو چھوئے بغیر اس دنیا کو عبور کرجائیں لیکن مسلمانوں کا اصرار روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ' علی رضی اللہ عنہ' طلحہ رضی اللہ عنہ' زبیر رضی اللہ عنہ' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ' تین دن کے اندر جس شخص کو منتخب کرلیں اسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔

سفر آخرت کی تیاری

آخری گھڑیوں میں اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا وہ حاضر ہوگئے تو ارشاد فرمایا' عبداللہ حساب کرو مجھ پر قرض کتنا ہے؟ حساب لگا کر بتایا گیا کہ ۸۶ ہزار درہم۔ فرمایا یہ قرض آل عمر رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا کیا جائے۔ اگر ان میں استطاعت نہ ہوں تو خاندان عدی سے امداد لی جائے اگر پھر بھی ادا نہ ہو کل قریش سے لیا جائے۔ لیکن قریش کے علاوہ دوسروں کو تکلیف نہ دی جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قرض کیونکر رہ سکتا ہے جبکہ ان کے ایک وارث نے اپنا حصہ وراثت ایک لاکھ میں بیچا؟ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا جس کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خریدا اور قرض ادا ہوگیا۔

تصفیہ قرض کے بعد بیٹے سے فرمایا ! تم ابھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور ان

سے التماس کرو، عمر چاہتا ہے کہ اسے اپنے دو رفیقوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا پیغام حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پہنچایا تو وہ بے حد دردمند ہوئیں اور فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے مخصوص رکھی تھی مگر آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ ترجیح دیتی ہوں۔ جب بیٹے نے آپ کو حضرت عائشہ کی منظوری کی اطلاع دی تو بیحد خوش ہوئے اور اس آرزو کی قبولیت پر بہ صد خلوص و نیاز شکر ادا کرنے لگے۔

اب کرب و تکلیف کی حالت شروع ہوچکی تھی اسی حالت میں لوگوں سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا ! جو شخص خلیفہ منتخب ہو وہ پانچ جماعتوں کے حقوق کا لحاظ رکھے مہاجرین کا، انصار کا، اعراب کا، ان اہل عرب کا جو دوسرے شہروں میں جاکر آباد ہوئے ہیں اور اہل ذمہ کا۔ پھر ہر جماعت کے حقوق کی تشریح فرمائی اور اہل ذمہ کے متعلق ارشاد فرمایا میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے اور اہل ذمہ کے تمام معاہدات پورے کئے جائیں ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

انتقال سے تھوڑا عرصہ قبل اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ! میرے کفن میں بے جا صرف نہ کرنا۔ اگر میں اللہ کے ہاں بہتر ہوں تو مجھے از خود بہتر لباس مل جائے گا، اگر بہتر نہیں ہوں تو بہتر کفن بے فائدہ ہے۔

پھر فرمایا ! میرے لئے لمبی چوڑی قبر نہ کھدوائی جائے اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مستحق رحمت ہوں تو از خود میری قبر حد نگاہ تک وسیع ہوجائے گی، اگر مستحق رحمت نہیں ہوں تو قبر کی وسعت میرے عذاب کی تنگی کو دور نہیں کرسکتی پھر فرمایا میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے مجھے مصنوعی صفات سے یاد نہ کیا جائے۔ جب میرا جنازہ تیار ہوجائے تو مجھے جلد از جلد قبر میں پہنچا دیا جائے۔ اگر میں مستحق رحمت ہوں تو مجھے رحمت ایزدی تک پہنچانے میں جلدی کرنی چاہیے۔ اگر مستحق عذاب ہوں تو ایک برے آدمی کا بوجھ جس قدر جلد کندھوں سے اتار پھینکا جائے اسی قدر بہتر ہوگا۔ ان درد انگیز وصایا کے تھوڑا ہی عرصہ بعد فرشتہ اجل سامنے آگیا اور آپ جاں بحق تسلیم ہوگئے یہ ہفتہ کا دن تھا۔ ۲۴ھ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ برس کی تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا اور دنیائے اسلام کے اس درخشندہ ترین آفتاب کو آقائے انسانیت کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

شہادت سیدنا حسین رضؓ

صاحبزادہ طارق محمود

ذرا چشم تصور سے دیکھیں کہ حضرت سیدنا حسینؓ کے دل پر کیا گزری ہوگی جب آپ ناناﷺ کے روضہ پر آخری سلام کے لئے تشریف لے گئے ہوں گے۔ نواسہ رسولﷺ کو معلوم تھا کہ شہر مدینہ کی کیا قدر و منزلت ہے۔ روضہ رسولﷺ مرکز رحمت ہے۔ آستانہ فیض و کرم ہے۔ چشمہ رشد و ہدایت ہے۔ قبر رسولﷺ ایک ایسی دولت ہے جو کرہ ارض پہ کہیں اور موجود نہیں۔ اس مٹی کے ذروں پر تو کہکشاں بھی ناز کرتی ہے۔ اس جگہ کے مقدر پر آفتاب و ماہتاب بھی فخر کرتے ہیں۔ اس جگہ کے گن خود عرش والا گاتا ہے۔ حسینؓ اس مرجع خلائق مرکز سے دور جا رہا تھا۔ نواسہ رسولﷺ کو علم تھا کہ ناناﷺ کے روضہ پر بیٹھ کر عبادت کرنا سعادت مندی ہے یہاں کی عبادت افضل عبادت ہے لیکن حسینؓ قیامت تک امت مصطفیٰﷺ کو سبق دے گیا کہ جب نبی کا دین خطرے میں ہو' اسلام خطرے میں ہو' نبی کی شریعت خطرے میں ہو' حق و صداقت پر ظلم کے پہرے ہوں' شرافت و دیانت پر جبر و استبداد کا قبضہ ہو تو پھر نبیﷺ کے روضے کو چھوڑنا بھی عبادت ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فرزند پیغمبر کا مدینے سے سفر ہے ۔۔۔ سادات کی بستی کے اجڑنے کی خبر ہے
گلرو صفت' چمن دھر سے جانے کو چلے ۔۔۔ گھر چھوڑ کے جنگل کو بسانے کو چلے ہیں

اتفاق ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت حسینؓ اور ان کا خاندان مدینہ سے ۲۷ رجب ۶۰ھ کو روانہ ہوتا ہے۔ ۲۷ رجب کو شہنشاہ دو جہاںﷺ نبوت کی معراج پر جا رہے ہیں۔ جبکہ نواسہ شہادت کی معراج پہ جا رہا ہے۔

امام حسینؓ۔ رزم گاہ شہادت میں

ایک مقام پر فرزدق نامی شاعر قافلہ حسینؓ کو ملا آپ نے کوفہ کے حالات پوچھے تو اس نے کہا امام

صاحب اہل کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں یزید کے ساتھ ہیں۔ ایک منزل پر پہنچ کر آپ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کی المناک شہادت کی خبر ملی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پر امام عالی مقام نے سنجیدگی کے ساتھ آگے نہ جانے کے بارے میں سوچا۔ لیکن مسلم بن عقیلؓ کے عزیز و اقارب بضد ہو گئے کہ ہم مسلم بن عقیل کا انتقام لیں گے یا خود ختم ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت حسینؓ نے فرمایا ان کے بغیر اب زندگی میں کوئی مزہ نہیں بالآخر حسینی قافلہ ایک میدان میں پہنچا تو آپ نے پوچھا: "یہ کونسی جگہ ہے؟" بتایا گیا کہ: "کربلا" فرمایا: "کرب وبلا" یعنی تکلیف اور مصیبت کی جگہ ہے۔

یہ جگہ اولاد رسول ﷺ کی آزمائش گاہ تھی ساتویں محرم الحرام کو آل رسول ﷺ کا پانی بند کر دیا گیا دشمن نے گھیر اڈال لیا موت کے سائے چھانے لگے۔ خطرات بڑھنے لگے' خوف وہراس پھیلنے لگا' خدشات اور وسوسوں میں حقیقت کا رنگ ابھرنے لگا۔ آخر نواسہ رسول ﷺ نے دشمن سے ایک رات عاریتاً مانگی اس لئے نہیں کہ راتوں رات اہل اقتدار سے سمجھوتہ کرلیں' کہیں سے امداد طلب کرلیں' رات ہی رات کوئی لشکر تیار کرلیں' یا کہیں فرار ہو جائیں۔ رات اس لئے مانگی تاکہ وہ اپنے خدا کو راضی کر سکیں۔ حضرت حسینؓ سمیت تمام بچوں' عورتوں اور مردوں نے خیموں میں ساری رات خداوند قدوس کی عبادت کی اور اس کی تسلیم ورضا کے آگے سجدہ ریز ہو گئے۔

سنگ خاروں سے خطاب

عاشورہ محرم کو افق پر خونی سورج طلوع ہوا۔ امام عالی مقامؓ نے محسوس کیا کہ قوت وطاقت کے نشہ میں مدہوش دشمن ان کے خون کا پیاسا ہے۔ دشمن کے تیور میں جارحیت کا غرور دیکھ کر نواسہ رسول ﷺ نے سنگ دل ظالموں کے دلوں پر ندائے حق کی دستک دی۔ کہ شاید ان کا ضمیر جاگ اٹھے۔ شاید وہ نواسہ رسول ﷺ کے مقام ومرتبہ کو پہنچان سکیں۔ اور خون ناحق میں اپنے ہاتھ کو رنگنے سے باز آجائیں۔ لیکن اقتدار کا ضمیر جب سوتا ہے تو بیدار نہیں ہوتا۔ حضرت حسینؓ اونٹنی پر سوار ہوئے' خدا کا قرآن سامنے رکھ کر دشمنوں کو مخاطب ہوئے:

صدائے حسینی کربلا کے میدان میں گونجی !!!

لوگو ! میرا حسب ونسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو۔ اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو۔ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟۔ کیا

میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا' اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء امیر حمزہؓ میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشہور قول نہیں سنا؟۔ کہ آپ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا تھا: ,, سید اشبات اہل الجنۃ۔ "(جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے۔ کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟۔ اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو' ابو سعید خدری سے پوچھو' سہیل بن سعد ساعدی سے پوچھو' زید بن ارقم سے پوچھو' انس بن مالک سے پوچھو' وہ تمہیں بتلائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلاواسطہ نواسہ ہوں کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے' کسی کا خون بہایا ہے' کسی کا مال چھینا ہے۔ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟۔"

حضرت حسینؓ کا آخری خطبہ اتنا پر اثر تھا کہ اگر یہ خطبہ پہاڑوں کو سنایا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ زمین کو سنایا جاتا تو وہ پھٹ جاتی۔ بادلوں کو سنایا جاتا وہ اشکوں کی برسات بن جاتے۔ لیکن امام عالی مقامؓ جن ظالموں کے گھیرے میں آچکے تھے۔ ان کے سینوں میں دل نہیں پتھر تھے۔ اقتدار اور قوت کے گھمنڈ نے ان کی عقلیں ماؤف کر دیں۔ ظلم و ستم' جبر و استبداد' کی ان گھڑیوں میں اگر نواسہ رسول ﷺ کا سر لینے والے تھے۔ تو دوسری طرف حر جیسے سر دینے والے حریت پسند بھی تھے۔ جنگ و قتال شروع ہونے سے قبل حر قافلہ حسینی سے آملا' دشمن نے للکارا تو حر نے جرات مندانہ جواب دیا:

,,میں نے جنت اور دوزخ میں سے ایک کا انتخاب کیا ہے۔ میں قیامت کے دن جنت کے سرداروں کے ساتھ اٹھوں گا۔"

امام عالی مقام کی شہادت

ہر جنگ میں فرق ہوتا ہے۔ ایک جنگ وہ ہوتی ہے جس میں سپہ سالار کے عزیز زندہ ہوتے ہیں' رشتہ دار زندہ ہوتے ہیں' سپاہی زندہ ہوتے ہیں۔ ایک جنگ یہ کہ سارا کنبہ قبیلہ کٹ چکا ہے جرنیل تنہا ہے

ہمت نہیں ہارتا' تیر چل رہے ہیں' تلواریں برس رہی ہیں' نیزے چل رہے ہیں' لیکن حسینؓ شجاعت' دلیری و مردانگی کے بھرپور مظاہرے کررہے ہیں۔ لیکن کب تک ؟ آخر کار دشمنوں کے گھیرے میں آگئے' حسینؓ شہید ہوگئے ایک بدبخت آگے بڑھتا ہے۔ نواسہ رسول ﷺ کے سینہ پر بیٹھ کر آپ کا سر مبارک قلم کرکے نیزے کی نوک پر لے آتا ہے۔ واہ حسینؓ! تیرا سر نیزے کی نوک پر آیا تو قیامت تک کے لئے سربلند ہوگیا۔

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دشمن نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آل محمد ﷺ کے مقدس جسموں پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ خیموں کے اندر بیبیوں نے یہ منظر دیکھا تو چلا اٹھیں۔ سیدنا حسینؓ کی لاش پر گھوڑوں کا دوڑنا تھا کہ زینبؓ چلا اٹھیں۔ لاش حسینؓ پر آکر اپنے نانا کو پکارا۔ اے محمد ﷺ تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ حسینؓ ریگستان میں پڑا ہے خاک و خون سے آلود ہے۔ تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ تیری اولاد مقتول ہے۔ ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے۔ حضرت زینبؓ کا بین سن کر دوست دشمن رونے لگے :

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشہ بتول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی سیراب کرگیا تجھے خون رگ رسول

امام حسینؓ کا کٹا ہوا سر ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا۔ روایت ہے کہ آپ کا سر مبارک طشتری میں رکھا ہوا تھا۔ ابن زیاد کا دربار تھا۔ وہ اٹھا فتح و نصرت کے نشے میں مدہوش اس نے اپنی چھڑی حضرت حسینؓ کے لبوں پر رکھی۔ درباری کانپ اٹھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت زید بن ارقمؓ تڑپ اٹھے دربار میں کھڑے ہوگئے۔ فرمایا ابن زیاد خدا سے ڈر تو ان لبوں پر چھڑی مار رہا ہے جن لبوں کو سرکار دو جہاں ﷺ چوما کرتے تھے۔ یہ کہہ کر حضرت زید بن ارقمؓ دربار سے چلے گئے۔

خلاصہ شہادت

حضرات محترم ! حضرت حسینؓ کی دردناک اور المناک شہادت کو اک زمانہ بیت گیا ہے۔ لیکن قیامت تک درد والم کی داستان خونچکاں بیان ہوتی رہے گی۔

بقول شاعر :

؎ زمانہ ہوگیا باغ محبت کی تباہی کو
ابھی تک ہیں وہی گل کاریاں خون شہیداں کی

حضرت امام حسینؓ نے میدان کربلا میں فقید المثال قربانی دی۔ وہ چاہتے تو اپنی جان بچا سکتے تھے۔ لیکن مسئلہ دین کی قدروں کے تحفظ کا تھا۔ اس لئے حضرت حسینؓ نے اپنے تحفظ اور بقا کی پرواہ نہ کی۔ دنیا کی نظروں میں حسینؓ نے سب کچھ لٹادیا۔ لیکن خدا کی نظروں میں حسینؓ نے سب کچھ پایا۔ اسی کا نام حسینیت ہے۔ اور یہی نواسہ رسول ﷺ کا درس ہے کہ خاندان تہہ تیغ ہوتا ہے تو ہو جائے' اولاد کٹتی ہے تو کٹ جائے' گھربار چھٹتا ہے تو چھٹ جائے رنج والم کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹ جائیں' آزمائش وابتلا کی آندھیاں چلتی ہیں تو چل جائیں' جان جاتی ہے تو جائے لیکن نبی کا دین باقی رہ جائے۔

؎ ستم شعار تو دنیا سے مٹ گئے لیکن
جبین دہر سے یاد امام باقی ہے

نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج یقیناً بہترین عبادتیں ہیں۔ لیکن ناموس دین کی حفاظت کے لئے جان دینا بھی عبادت ہے۔ جان کی قربانی کی عبادت کے جذبہ کو متعارف اور روشناس کرانے کے لئے حضرت حسینؓ نے نہ صرف اپنی بلکہ اپنے اہل وعیال کی بیش بہا قربانی کا نذرانہ پیش کیا۔ تاکہ امت مصطفیٰ ﷺ کے لئے قربانی کی روشن مثال قائم ہو سکے۔ رب العزت ہم سب کو دین کی سربلندی' اور اس کے تحفظ کے لئے جذبہ حسینی عطا فرمائے۔ آمین!!!

آہ ! سالار ختم نبوت مرزا عبدالعزیز صاحب

سالار ختم نبوت اٹک مرزا عبدالعزیز ۹ مارچ منگل شام ۴ بجے اپنے بیٹے سلیم کے گھر محلّہ ملی مسجد اٹک شہر میں آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ انتقال کی خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ دوسرے دن صبح ساڑھے دس بجے عیدگاہ میں جنازہ ہوا۔ علماء صلحاء نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ امیر ختم نبوت اٹک سید منظور حسن شاہ صاحب نے امامت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور تمام احباب ختم نبوت سے گذارش ہے کہ ان کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

شہادت حسینؓ
ہماری تاریخ کا ایک خونچکاں باب

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

واقعہ کربلا تاریخ اسلام کا ایک خونی باب ہے۔ یہ سانحہ ہماری تاریخ کا ایک سیاہ ترین دھبہ ہے۔ اس سانحہ روح فرسا کے بارے میں جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب (تاریخ الخلفاء) میں لکھتے ہیں:

"ثعالبی نے عبدالمالک بن عمیر لیثی کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے قصر امارۃ کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے روبرو سر حسینؓ ایک ڈھال پر رکھا دیکھا۔ ترمذی نے سلمٰی کی زبانی لکھا ہے کہ ایک دن حضرت ام سلمہؓ کے پاس گیا وہ رو رہی تھیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھا گویا ان کا سر مبارک اور داڑھی مبارک گرد آلود ہے۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ ارشاد فرمایا! میں نے ابھی حسینؓ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔"

بیہقیؒ نے دلائل میں ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو ٹھیک دوپہر کے وقت دیکھا وہ پراگندہ و غبار آلود ہیں اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یا رسول اللہ یہ کیا چیز ہے۔ فرمایا! یہ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ جو آج دن بھر جمع کرتا رہا ہوں۔ لوگوں نے اس خواب کے دن کا حساب لگایا تو وہ شہادت کا دن نکلا۔" (صفحہ ۲۰۹ تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۸۳ء ایڈیشن)

حضرت حسینؓ کی شہادت عظمیٰ ہماری تاریخ کا ایک خونچکاں باب ہے۔ وہ امام عالی مقام جن کے بارے میں علامہ شبلی لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ امام حسنؓ یا امام حسینؓ دوش مبارک پر سوار تھے۔ کسی نے کہا کیا اچھی سواری ہاتھ آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! سوار کیسا ہے۔" (سیرت النبیؐ جلد دوم صفحہ ۲۳۶)

ایک دفعہ اقرع بن حابس عرب کے ایک رئیس حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے۔ آپ ﷺ حضرت حسینؓ کا منہ چوم رہے تھے۔ عرض کیا کہ میرے دس بچے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کا منہ

نہیں چوما۔ ارشاد فرمایا! جو اوروں سے رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

نبی کریم ﷺ حسنینؓ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ,, میرے گلدستے ہیں۔"

حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو فرماتے! کہ میرے بچوں کو لانا۔ وہ صاحبزادوں کو لاتیں۔ آپ ﷺ ان کو چومتے اور سینہ سے لپٹاتے۔

حضور اکرم ﷺ ایک دفعہ مسجد میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اتفاق سے حسنینؓ سرخ کپڑے پہنے ہوئے آئے۔ کم سنی کی وجہ سے ہر قدم پر لڑکھڑا جاتے تھے۔ آپ ﷺ برداشت نہ کر سکے۔ منبر سے اتر کر گود میں اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا! اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے: ,, انما اموالکم واولادکم فتنۃ ." کہ بے شک تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ حسینؓ میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔ خدا اس سے محبت رکھے جو حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ دعوت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت حسینؓ راستے میں کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دیا۔ وہ ہنستے ہوئے پاس آ آ کر نکل جاتے تھے۔ بالآخر آپ ﷺ نے ان کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور ایک سر پر رکھ کر سینہ سے لپٹا لیا۔ پھر فرمایا! حسینؓ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ اکثر امام حسینؓ کو گود میں لیتے اور ان کے منہ میں منہ ڈالتے اور فرماتے! خدایا میں اس کو چاہتا ہوں اور اس کو بھی چاہتا ہوں جو اس کو چاہے۔ (سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی نعمانی سلیمان ندویؒ جلد دوم صفحہ ۲۳۶)

سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے آتش نمرود میں کود کر شرک وبرائی کو خاکستر کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظلم واستبداد کو نیل برد کر دیا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے مکہ کے ظالموں کا مقابلہ کیا اور روشنی کے عظیم الشان مینار کھڑے کئے۔ جن کی روشنی میں انسانوں کے لئے آج بھی رشد وہدایت ہے۔ اس عظیم الشان نبی آخر الزماں ﷺ کے عظیم الشان نواسے اور شہیدان رنگین قبا کے سردار سیدنا امام حسینؓ نے حق گوئی کی خاطر سنہری روایات کی پاسداری کی خاطر' سچائی کی خاطر' اور اصولوں کی خاطر' اپنا تن من دھن اور اہل وعیال قربان کر دیا تھا۔ آج بھی میدان کربلا ان کے خون کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ قیامت خیز گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں سردار شہدائے کربلا نے اپنی جان دے دی مگر جابر بادشاہ کے آگے نہ

بقیہ صفحہ ۴۳ پر

بارگاہ رسالت ﷺ
حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رح

مولانا محمد عابد

حضرت انسؓ سے روایت ہے: "آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو مجھ سے اپنے والدین سے اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو جائے۔"

پس معلوم ہوا کہ جس طرح "کار نبوت" علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام سے محبت ضروری ہے۔ اسی طرح ذات نبوت ﷺ سے بھی محبت ضروری ہے۔ یعنی معیار شریعت کے مطابق آپ ﷺ کی ذات اطہر سے انس و محبت "درود شریف کی کثرت" جیسے اعمال سے بڑھانے کی کوشش کی جاوے۔ اسی طرح "اتباع سنت" کا ولولہ پیدا کیا جاوے۔ بے شک ہر مسلمان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت ہوتی ہے مگر ہمارے حضرات "اکابر علمائے دیوبند" تو اس بارے میں نرالی شان والے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔ سیدی حضرت اقدس بہلویؒ جس انس و عقیدت کے ساتھ آپ ﷺ کا تذکرہ فرماتے تھے اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تذکرہ کے وقت مجلس پر سرور کا ایک کیف طاری ہو جاتا اور اکثر آپ کی آنکھیں پر نم ہو جاتی تھیں۔ آپ ﷺ سے منسوب ہر چیز کو انتہائی اکرام و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سالکین کو جہاں "ذکر اللہ" پر دوام کی تاکید ہوتی وہاں اتباع سنت کے ساتھ کثرت درود شریف کی بھی ترغیب ہوتی تھی۔ بڑے سوز سے فرمایا کرتے تھے کہ درود شریف نعمت ہے، فضل ہے، احسان ہے۔ ہمارے پاس جو (دینی و دنیاوی) نعمتیں ہیں یہ فضل اللہ تعالیٰ کا ہے اور صدقہ نبی کریم ﷺ کا ہے۔ یعنی تمام انعامات اللہ پاک نے ہمیں نبی کریم ﷺ کے طفیل عطا فرمائے ہیں۔ اسی ذوق کا اثر تھا کہ ملک میں جب ایک گروہ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی برزخ میں حیات کا انکار کیا تو آپ نے سب سے پہلے ان کے رد میں ایک رسالہ "القول النقی فی حیات النبی ﷺ" تالیف فرمایا۔ جو ماشاء اللہ انتہائی موثر ثابت ہوا۔

مدینہ منورہ حاضری کے وقت تو آپ پر محبت و عظمت کی ایک عجیب کیفیت ہوتی۔ ایک صاحب

نے بیان کیا ہم دیکھتے تھے کہ عشاء کے بعد جب مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کا دروازہ بند ہوتا تو حضرت بہلوی" سب سے آخر میں نکلنے والوں میں ہوتے۔ پھر تھوڑی دیر آرام کے بعد دروازہ کی چوکھٹ پر پر کیف انداز میں موجود رہتے۔ اور تہجد کے وقت جونہی دروازہ کھلتا آپ سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں ہوتے۔ اور سارا دن ذوق و شوق کے ساتھ "ریاض الجنہ" کے اندر عبادت میں مشغول رہتے۔ اسی انس و محبت کا اثر تھا کہ "اتباع سنت" آپ کا حال بن گیا تھا۔ جس کے اثرات آپ کے متعلقین پر نمایاں تھے۔

راقم الحروف نے مدینہ سے آپ کی وفات سے چند ماہ قبل عریضہ تحریر کیا جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ کے خادم مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے جواباً تحریر کیا کہ حضرت نے آپ کے لئے دعا سلام لکھنے کا فرمایا ہے اور اپنی وہاں حاضری کا مشورہ دریافت فرمایا کہ مجھ جیسے ضعیف کے لئے سفر و قیام کی کوئی آسان صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔ سبحان اللہ! کیا عجیب شان تھی۔ واضح رہے کہ یہ وہ دور تھا کہ آپ اپنی علالت کے باعث مسجد میں نماز کے لئے بھی نہ آسکتے تھے۔ مگر شوق اور بلند ہمتی کمال درجہ کی تھی۔ آپ کا وصال بائیس محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو ہوا۔ صرف تین ہفتہ قبل میرا ایک عریضہ آپ کی خدمت میں مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے پیش کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

آپ نے سن کر آنکھوں پر ہاتھ رکھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنسو پونچھ رہے ہیں۔ مگر رب کریم کی حکمت کہ زبان پر کچھ نہ لائے۔ احقر جامع کو یہ حال جس وقت معلوم ہوا تو جگر پاش پاش ہو گیا۔ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوت والتسلیمات میں اپنے رب کے سامنے آہ وزاری کی کہ اے اللہ تعالیٰ میرے مرشد کو شفا دے۔ مگر مشیت الٰہی اس وقت نافذ ہو چکی تھی۔ اور آپ اپنے رب کے پاس واپس پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ چند یوم بعد آپ کی وفات شریفہ کی خبر پہنچی جو میرے لئے ایک بڑا سانحہ تھا۔ مسجد نبوی میں رحمۃ العالمین ﷺ کے منبر شریف کے پاس بہت سارے احباب نے مل کر ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک ختم کیا۔ استاذ محترم حضرت قاری فتح محمدؒ نے پرسوز دعا کرائی۔ رحمة الله رحمة واسعة•

میرے "مرشد ثانی" قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھا تو اس نے یقیناً اور قطعاً حضور ﷺ ہی کی زیارت کی۔ روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے اور محقق ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا نہیں فرمائی کہ وہ خواب میں آکر کسی طرح اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ ہونا ظاہر کرے۔ (رسالہ فضائل

درود شریف)

اللہ پاک نے سیدی حضرت بہلوی ؒ کو متعدد بار خواب میں آپ ﷺ کی زیارت مبارکہ سے بھی مشرف فرمایا تھا۔ جو کہ آپ کی محبوبیت و مقبولیت عنداللہ کی ایک دلیل ہے۔ ذیل میں چندوہ مبشرات منامیہ ذکر کی جاتی ہیں۔ جو آپ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائی تھیں۔ سوائے ایک بشارت کے چونکہ سب عربی میں تھیں۔ لہذا یہاں فقط ترجمہ پیش کر دیا گیا ہے۔

(۱)............"اللہ پاک کے احسان و فضل کے ساتھ رجب ۱۳۵۳ھ منگل کی رات میں مجھے اس ہستی کی زیارت نصیب ہوئی جو مخلوق میں سب سے زیادہ معزز و مکرم ہیں۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل ؓ پر ہمیشہ درود و سلام ہو۔ (زیارت کے دوران) میں نے آپ ﷺ کو پانی پلایا۔ ہر قسم کی مقبول' پاکیزہ اور بے نہایت تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔"

(۲)............"اسی طرح محرم ۱۳۵۴ھ کو میں اکرم الخلق ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب ؓ پر ہمیشہ صلوۃ و سلام ہو۔ آپ ﷺ نے مجھے دستر خوان پر اپنے ساتھ بٹھایا اور پھر میں نے آپ ﷺ کے ساتھ "سیر" ہو کر کھایا۔"

(۳)............"اسی طرح ۱۳۵۴ھ عرفہ کی رات میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ہر قسم کی مقبول' پاکیزہ اور بے نہایت تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔"

(۴)............"اسی طرح ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ کو میں زیارت مبارک سے مشرف ہوا اور دیکھا کہ اکرم الخلق ﷺ میرے گھر میں فروکش ہیں۔ اور میں لوگوں کو آپ ﷺ کی زیارت کے لئے ترغیب دے رہا ہوں۔"

(۵)............"آپ ﷺ کی زیارت سے ۱۳۶۰ھ میں مشرف ہوا اور دیکھا کہ میں آپ ﷺ کے گھر مبارک میں آپ ﷺ کا (بچا ہوا) پانی پی رہا ہوں۔"

(۶)............"۱۳۶۷ھ میں سفر حج کے دوران اللہ پاک کے فضل و کرم سے مجھے آپ ﷺ کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی۔ اور ایک مرتبہ زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے میرے ساتھ کچھ گفتگو بھی فرمائی۔"

(۷)............"اللہ کے فضل و کرم سے ۲۱ محرم ۱۳۷۴ھ کو سید المرسلین ﷺ کی زیارت دوپہر

کے وقت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ درمیانہ قد' انتہائی خوبصورت شکل میں تھے۔ آپ ﷺ پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام دونوں نازل ہوں۔ (اور دیکھتا ہوں) کہ آپ ﷺ توحید کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور سر مبارک پر نبوت و رسالت کا تاج ہے۔ آپ ﷺ نے توحید کو خوب اچھی طرح بیان کیا اور بتوں کی قباحت و شناعت بیان کی۔ پھر میں نے ابولہب اور ایک دوسرے مشرک کے ساتھ ان کی مجلس میں مناظرہ کیا۔ ہر قسم کی مقبول' پاکیزہ اور بے نہایت تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ جیسی وہ پسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں۔

(۸)............"ایسے ہی شعبان ۱۳۸۳ھ میں اللہ پاک کے فضل و احسان سے مجھے سید المرسلین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ پر سب سے اعلیٰ و افضل دائمی صلوٰۃ و سلام نازل ہو۔ (زیارت) اس حال میں ہوئی کہ آپ ﷺ کے سر پر ایک چمکدار 'نورانی' بے مثل تاج تھا۔ ہر قسم کی مقبول' پاکیزہ اور بے نہایت تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ جیسی وہ پسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں۔

(۹)............"ایک موقع پر حضور ﷺ کی زیارت ایسی کیفیت میں ہوئی کہ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ پس آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ہماری طرف شفقت بھری نگاہ کرم فرمائی۔"

(۱۰)............"۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ کو صوفی عبدالحکیم ماسٹر جھنڈیریں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ اور بندہ نابکار کے متعلق دیکھا کہ بارگاہ میں حاضر ہوں۔ صوفی صاحب مذکور نے عرض کیا کہ میرے مرشد صاحب آئے ہوئے ہیں اور اللہ کے بندے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ واقعی بڑے محنتی شخص ہیں اور اللہ کے نیک بندے ہیں۔۔۔۔ الحمد للہ •

بقیہ از صفحہ ۳۰

جھکے۔ وقت کے ظالم ان کے تن مبارک اور جسم اطہر کو روندتے رہے۔ سر کٹتے رہے مگر فکر حریت کے دیپ جلتے رہے۔ بے پایاں عزیمت اور انتہائی قابل داد اور قابل فخر روایات کے خونی چراغ جلتے رہے۔

سیدنا حسینؓ نے اپنے خون سے حریت اور سچائی اور بہادری کی جو شمع جلائی اس روایت کو آئندہ آنے والی نسلوں نے زندہ رکھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دین الٰہی کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ آج بھی بوسنیا کے بے سرو سامان مسلمان عیسائی دنیا سے برسرپیکار ہیں۔ کشمیر میں آزادی کی شمع جل رہی ہے۔ امام عالی مقام نے آئندہ آنے والوں کے لئے ایک روشن مثال قائم کر دی۔ آپ کی شہادت عظمیٰ میں ملت اسلامیہ کے لئے اسباق مضمر ہیں۔ شہادت حسینؓ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم طاغوتی طاقتوں کے آگے سر نہ جھکائیں اور حق کی خاطر سب کچھ قربان کر دیں۔

گوہر شاہی فتنہ

مظہر سلیم چغتائی

ان دنوں ملک کے قومی اخبارات میں ,, گوہر شاہی فتنہ ‘‘ کا تذکرہ عام ہے۔ کلمہ طیبہ میں تحریف کرنے والے گوہر شاہی روزافزوں ہیں۔ خصوصاً سندھ میں ان کے معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جب کہ وطن عزیز کے دیگر صوبوں میں بھی سادہ لوح مسلمان ان کی گمراہ کن تعلیمات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں کھروڑ پکا کے نواحی موضع چوکی صوبے خان میں بھی اس تنظیم سے منسلک بیسیوں افراد نے ترک سکونت کر کے گوہر شاہی کی بستی جسے عرف عام میں ,, خدا کی بستی ‘‘ سے معصوم کیا جاتا ہے۔ میں ڈیرہ ڈالنے کے عزم کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کو ہی واحد حل تصور کرتے ہیں۔ قبل اس سے کہ ,, ریاض احمد گوہر شاہی ‘‘ کی تنظیم کے بارے میں کچھ کہا جائے حال ہی میں ایک واقعہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

گذشتہ دنوں شیخوپورہ کے نواحی علاقہ خانقاہ ڈوگراں کی پولیس نے گوہر شاہی تنظیم سے وابستہ دو پولیس ملازمین کو علاقہ میں دین اسلام کی تعلیمات کے خلاف پمفلٹ اور رسائل تقسیم کرتے ہوئے گرفتار کیا۔ اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف کے تحت مقدمہ نمبر ۹۸ : ۵۳۴ درج کیا ہے۔ تفصیل کے مطابق خانقاہ ڈوگراں پولیس اسٹیشن کے انسپکٹر ارشد لطیف نے خانقاہ ڈوگراں کے نواحی گاؤں گجیانہ نو سے پنجاب کانسٹیبلری کے نوجوان الطاف احمد وسیر اور عالم گیر کو سادہ لوح مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے اور انہیں گوہر شاہی فتنہ میں مبتلا کرنے کے لئے لٹریچر تقسیم کرتے ہوئے گرفتار کیا۔ ملزمان کے قبضہ سے جو رنگین سٹیکر اور پمفلٹ اور رسائل برآمد ہوئے ان میں ایک پر کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ کے اسم مبارک کی جگہ گوہر شاہی کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس طرح گوہر شاہی سے معصوم قصیدہ میں اسے اللہ تعالیٰ سے مشابہت دی گئی ہے۔ پمفلٹ کے مختلف موضوعات پر مبنی مضامین میں جگہ جگہ گوہر شاہی کو ,, سیدنا ‘اور ’علیہ السلام‘‘ کے القاب دیئے گئے ہیں۔ ایک مضمون میں تصویر کے ذریعہ چاند اور سورج میں ریاض احمد گوہر شاہی کی شبیہ نمودار ہوتی دکھائی گئی ہے۔ جب کہ ایک اور تصویر میں سورج میں اس تنظیم کے ایجاد

کردہ کلمہ کی تحریر دکھائی گئی ہے۔ جس میں ’’ لا الہ الا اللہ ریاض احمد گوہر شاہی ‘‘ لکھا ہوا ہے۔

ایک پوسٹر پر ریاض احمد گوہر شاہی کے ساتھ ایک بزرگ کی خیالی شبیہ بنا کر اس کے نیچے یہ کیپشن لگایا ہے۔ ’’ سیدنا گوہر شاہی میکسیکو کے ایک ہوٹل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات فرما رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اس طرح ایک اور پمفلٹ میں حجر اسود پر سیدنا گوہر شاہی کی شبیہ کے انکشاف کے عنوان سے بتایا گیا ہے کہ سعودی عرب کے ایک شخص نے کعبۃ اللہ میں نصب حجر اسود پر خود ریاض احمد گوہر شاہی کی تصویر دیکھی ہے۔

جہاں تک گوہر شاہی کی شخصیت کا تعلق ہے اس کا مختصر تذکرہ نظر قارئین ہے۔ انجمن سر فروشان اسلام اور روحانی تحریک کے سرپرست اعلیٰ ریاض احمد گوہر شاہی کا روحانی مرکز (ہیڈ کوارٹر) دریائے سندھ کے دائیں کنارے آباد حیدر آباد کے جڑواں شہر ’’ کوٹری ‘‘ کی دور افتادہ آبادی ’’ خدا کی بستی ‘‘ میں واقع ہے۔ اپنے صدر دروازے سے محض ایک بلند اور کشادہ مکان نظر آنے والا یہ مرکز اب شمال مشرق میں واقع پہاڑی کے وسیع علاقہ پر قبضہ کر کے دور تک پھیلا دیا گیا ہے۔ جوں جوں یہ روحانی مرکز وسعت اختیار کر رہا ہے سندھ کے لوگوں میں اس کی پراسراریت میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ریاض احمد گوہر شاہی نے انجمن سر فروشان اسلام کے نام سے ۱۹۷۵ء میں ایک دینی تنظیم کے عنوان سے رجسٹر کروائی۔ اور اسی تنظیم کے حوالہ سے روحانی تعلیمات عام کرنے کے کام کا آغاز کیا۔ گوہر شاہی بظاہر گوشہ نشین درویش ہے۔ جو انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے دعویدار ہیں۔ اور دنیا سے بے رغبتی کا درس دیتے ہیں۔ تاہم وہ نہ صرف چالیس پچاس لاکھ روپے کی لگژری گاڑی میں مسلح گارڈ کے ہمراہ سفر کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے روحانی مرکز میں بھی پر تعیش سامان کی بھرمار ہے۔ اور سکیورٹی کا خفیہ نظام بھی قائم ہے۔ مرکز میں کیمروں کی آنکھیں ہر نقل و حرکت کی نگرانی میں مصروف رہتی ہیں۔ ایک روحانی بزرگ کے بیرونی دورے مرکز کے اندر اور باہر ان کے معمولات ان کے تنخواہ دار ملازمین اور خادموں کی کثیر تعداد کروڑوں روپے کے اخراجات روحانیت کے درس کا خاص انداز اپنے مسائل میں جکڑے ہوئے کچے ذہن کے نو عمر لڑکوں اور خوبصورت عورتوں کا ان کے گرد ہجوم پر اسرار لگتا ہے۔ تاہم یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے کہ ’’ خدا کی بستی ‘‘ کے ارد گرد بسنے والے محنت کش اور غریب لوگ بزرگ کی قربت کے جمال کے برعکس ریاض احمد گوہر شاہی اور اس کی تنظیم کی پراسرار سرگرمیوں سے بہت خائف نظر آتے ہیں مگر بر سر عام زبان

کھولنے سے گھبراتے ہیں۔

وطن عزیز اور بیرون ملک ریاض احمد گوہر شاہی کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اور ان کے حلقہ ارادت میں پاکستان کے سادہ لوح اور غریب لوگوں کے علاوہ بڑے بڑے دولت مند تاجر اور کرپٹ افسران بھی شامل ہیں۔ جو تحائف کی صورت میں انہیں مالی وسائل فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح امریکہ اور یورپ کے بے شمار عیسائی بھی ان کے حلقے کو مراعات دے رہے ہیں۔ گوہر شاہی اور ان کے معتدین کی تحریروں میں قادیانیوں کا ذکر بھی اچھے الفاظ میں کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ان کے عقائد کو کم از کم اسلامی عقائد کے خلاف نہیں سمجھتے۔ گوہر شاہی کے دو خاص نعرے ہیں۔

(۱)...... خواہ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب یا فرقے سے ہو اللہ کی معرفت اور رسائی کے لئے صرف روحانیت سیکھیں۔ جس کے لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ (نعوذ باللہ)

(۲)...... اللہ کی محبت کے ذریعہ تمام مذاہب کے انسان ایک ہو جائیں۔

ریاض احمد گوہر شاہی کی سرپرستی میں شائع ہونے والے انجمن سرفروشان اسلام کے رسالہ ,, گوہر ۱۹۹۷ء کے صفحہ ۵ پر تعلیمات حضرت ریاض احمد گوہر شاہی کے عنوان سے ان نعروں کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ میری غرض و غایت صرف ان انسانوں سے ہے جو اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ آپ کا کوئی مذہب ہو اور آپ میں اللہ کی محبت موجود ہو۔ تاہم میرے نزدیک یہ بات زیادہ بہتر ہے کہ آپ صرف اللہ کی محبت دل میں رکھیں اور کسی مذہب سے تعلق نہ رکھیں۔

اس لحاظ سے گوہر شاہی ایمان اور اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے بغیر ہر شخص کو روحانیت کے ذریعہ براہ راست اللہ تک پہنچانے کے دعویدار ہیں اور نبوت ان کے نزدیک فالتو چیز ہے۔ گوہر شاہی کے مطابق آپ اللہ کے پیارے آخری رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کا راستہ اختیار کریں یا نہ کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بس روحانیت کے ذریعے آپ کو خدا مل جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

انجمن سرفروشان اسلام ایک سرفروش پبلی کیشن کے سالانہ گوہر ۹۷-۱۹۹۶ء میں گوہر شاہی کے دورہ امریکہ کی روئیداد شائع ہوئی جس میں سنی تنظیم سے منسلک نوجوانوں کے گوہر شاہی سے سوال

وجواب کا ذکر ہے۔ لکھا ہے کہ نوجوانوں نے گوہر شاہی سے سوال کیا کہ سنا ہے کہ آپ خود امام مہدی کہلواتے ہیں ؟انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آج تک ایسا نہیں کہا اگر ہماری کسی تحریر و تقریر میں یہ موجود ہو تو دکھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو خود لوگوں کو امام مہدی کی نشانیاں بتاتے ہیں تاکہ لوگ انہیں پہنچان سکیں۔ ان کی مختلف نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس طرح رسول پاک کی پشت پر کلمے کے ساتھ نبوت کی مہر تھی اسی طرح امام مہدی کی پشت پر کلمے کے ساتھ مہدیت کی مہر ہوگی۔ اب جو شخص خود کو مہدی کہلوتا ہے اس سے جا کر یہ نشانیاں مانگیں۔ اس کے علاوہ امام مہدی کی تصدیق سارے ولی کریں گے۔ پھر انہوں نے ہم لوگوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے یہ اگر ہمیں امام مہدی کہتے ہیں تو یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے۔ دراصل جس کو جتنا فیض ملتا ہے وہ ہمیں اتنا ہی سمجھتا ہے۔ کچھ لوگ تو ہمیں مہدی سے بھی زیادہ درجہ دیتے ہیں۔ اور بہت کچھ کہتے ہیں اور ہم ان کو اس لئے کچھ نہیں کہتے کہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے۔ ان کا عقیدہ جس قدر ہماری طرف زیادہ ہوگا ان کے لئے بہتر ہے۔

دورہ امریکہ کے حوالہ سے گوہر شاہی کی جو ویڈیو فلم تیار ہوئی ہے اس میں ان کے ایک مرید اور انجمن سرفروشان اسلام امریکہ کے امیر مظہر فیروز کو اپنی زبان میں یہ کہتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

ہم گوہر شاہی کے کتے ہیں۔ آج گوہر شاہی نے اپنے کتے کو اتنا نوازا ہے کہ وہ جو پوری کائنات کے مالک ہیں خود یہاں تشریف فرما ہیں۔ (نعوذباللہ)

ہم چاہتے ہیں کہ دل وجان ان کی راہ میں بچھادیں تاکہ اللہ ان کو راضی رکھے اور وہ ہم سے راضی ہو جائیں۔

گوہر شاہی کے اس دورہ کی روئیداد میں صفحہ نمبر ۷ پر لکھتا ہے کہ سوال وجواب کی نشست میں عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب ذکر سے گرمی محسوس ہو تو محمد رسول اللہ یا عیسیٰ روح اللہ پڑھ لینا یا پھر ہمارا تصور کر لینا۔ یہ سن کر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ کے تصور کا کیا جواز ہے ؟ توانہوں نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان نہیں اور ہمارے نبی کو نہیں مانتا وہ محمد الرسول اللہ کے لئے پڑھے گا۔ چنانچہ اگر وہ عیسائی ہے تو روح اللہ پڑھ لے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی مذہب اور کسی نبی کو نہیں مانتے ان لوگوں کے لئے ہم نے اپنا تصور بتایا ہے۔ کیونکہ ہمیں خدا نے اگر اس کام کے لئے بھیجا ہے تو طاقت وصلاحیت دے کر ہی بھیجا ہوگا ایسے لوگوں کے لئے محض ہمارا تصور ہی کافی ہے۔

گوہر شاہی کے مرید عام مسلمانوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کے پیرو مرشد کے بارے میں جاہل معتقدین نے عقیدت میں غلو کرتے ہوئے ان سے بعض غلط باتیں منسوب کر دی ہیں جبکہ وہ خود خلاف شرع کوئی بات نہیں کرتے۔ تاہم یہ تاویلیں محض مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کی مخالفت سے بچنے کے بہانے ہیں اور صورت حال اس سے قطعی مختلف ہے۔ گوہر شاہی نے اپنی ذاتی تصنیف ,,روحانی سفر نامہ'' میں عجیب و غریب تصورات پیش کئے ہیں: مثلاً کتاب کے صفحہ نمبر ۸ پر براق کے مماثل ایک اڑنے والے گدھے پر بیٹھ کر پاکستان کی سیر کرنے۔ صفحہ نمبر ۱۵ پر پہاڑوں میں رفع حاجت کے دوران موٹے موٹے مکوڑوں کے ان کی حفاظت پر مامور ہونے۔ صفحہ نمبر ۲۱ پر موٹا تازہ کتا سانس کے ذریعے باہر نکلتے اور اپنے پیٹ میں اس کتے کے رونے کی آوازیں آنے۔ صفحہ نمبر ۲۴ پر مراقبہ کے دوران ایک سانپ کا ان کے ماتھے کو تین بار چومنے۔ صفحہ نمبر ۲۹ پر جنگل میں ایک عورت کی طرف سے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے کا واقعہ کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے یا نہیں؟۔ صفحہ نمبر ۳۳ پر بھنگ اور چرس کے نشہ کو یہ کہہ کر حلال قرار دینا کہ جو نشہ اللہ کے عشق میں اضافہ کرے یکسوئی قائم رہے اور اس نشہ سے خلق خدا کو کوئی تکلیف نہ ہو وہ مباح بلکہ جائز ہے۔

اسی طرح گوہر شاہی نے اور بھی لا یعنی اور خلاف شرع باتیں اس روحانی سفر نامی کتاب میں تحریر کی ہیں۔ جس سے اس کا خبث باطنی ظاہر ہوتا ہے۔

بہر حال ان باتوں کے پیش نظر خصوصاً اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے گوہر شاہی کے عقائد سے برات کا اعلان کیا ہے اور مسلمانوں کو ایسے شخص کے فتنہ سے بچنے کی تلقین کی ہے جس کے پیروکار اس کے دجل و فریب میں اندھے ہو کر رسالت مآب ﷺ کے کلمہ طیبہ کو بدلنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے۔

انٹرنیٹ پر ختم نبوت کا پروگرام

VISIT

Almi Majlis Tahaffuze Khatme Nubuwwat

on the Internet at

http://www.khatme-nubuwwat.org/

آہ! حکیم حافظ محمد حنیف اللہؒ

حکیم محمد خلیل احمد

حکیم حافظ محمد حنیف اللہ ولد حکیم محمد عطاء اللہ مرحوم ۲۲ جون ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ملتان سے شروع کی۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول ملتان سے کیا۔ میٹرک کرنے کے بعد ایف ایس سی ایمرسن کالج ملتان سے کی۔ اس کے بعد طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں طب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ لاٹھی چلانا سیکھا۔ جسے کہ (بنوٹ) کہتے ہیں۔ شروع ہی سے ورزش کیا کرتے تھے اور تین تین چار چار میل کی دوڑ لگایا کرتے تھے۔ جامعہ طبیہ دہلی کے پاس ہی قرول باغ کے علاقے میں رہائش تھی۔ تبلیغی جماعت سے اسی وقت تعلق پیدا ہوا۔ اور تبلیغ کے سلسلے میں ایک دو دفعہ دہلی سے باہر بھی تشریف لے گئے۔ تبلیغی جماعت کے اس وقت کے زعماء سے خاص تعلق پیدا ہوا اور جمعیۃ العلماء ہند کے دہلی کے اجلاس میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جامعہ طبیہ کالج دہلی سے فارغ التحصیل ہوئے اور خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے پھر سوچا کہ اب ہندوستان کی سیر کروں گا۔ لیکن جب ۱۹۴۷ء میں تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ اس وقت دہلی میں تھے۔ اور وہ تمام مصائب سہے جو کہ اور مسلمانوں نے ہجرت کے وقت سہے۔ اور واپس ملتان تشریف لائے۔ چند سال والد محترم کے ساتھ مل کر مطب کیا پھر اس کے بعد علیحدہ مطب کی اجازت ملنے کے بعد کچہری روڈ پر مطب قائم کیا اور دم آخر میں تک مطب کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ والہانہ پیار تھا۔ بڑے حکیم صاحب یعنی حکیم محمد عطاء اللہ مرحوم کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ کے برادرانہ تعلقات تھے۔ اس وجہ سے شاہ صاحب حکیم صاحب سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارا سارا خاندان شاہ صاحبؒ کے ساتھ تھا۔ حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ اکثر اوقات مطب پر تشریف لے آتے اور بڑی دیر تک بیٹھے رہتے۔

جب چار بچوں کے باپ بن گئے تو اس وقت حفظ کرنے کی ٹھان لی۔ اور ایک سال کے اندر اندر حفظ کر کے اگلے سال رمضان شریف میں قرآن پاک سنا دیا اور پھر ہر سال رمضان شریف میں مسلسل قرآن

سناتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں عنایت فرمائیں۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹے کا انتقال ان کی زندگی ہی میں ہو گیا۔ جن کا ان کو غم آخر دم تک رہا۔ مگر کوئی جملہ شریعت کے خلاف منہ سے نہیں نکلا۔

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحبؒ سے بیعت تھے۔ اپنے پیر کے ساتھ والہانہ پیار تھا اور حضرت درخواستی صاحبؒ بھی بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ دینی تعلیم مولانا عبدالہادیؒ سے حاصل کی۔ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ پھولوں اور پودوں سے متعلق ان کا بہت ہی مطالعہ تھا۔ اور باقاعدہ اس فن میں بھی ان کا ایک استاد تھا۔ جو کہ محلہ درکھانہ والا ملتان میں رہتے تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کے ساتھ حکیم صاحبؒ کا تعلق تو صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت نے خود تشریف لا کر نماز جنازہ پڑھایا۔ حضرت جب بھی ملتان تشریف لاتے اور حکیم صاحبؒ کو پتہ چل جائے کہ حضرت تشریف لے آئے ہیں تو پہلی ہی فرصت میں حضرت کی خدمت میں حاضری دیتے۔ بارہا مرتبہ خانقاہ تشریف لے گئے اور موسیٰ زئی شریف بھی کئی مرتبہ گئے۔

حضرت حافظ محمد عابدؒ کے ساتھ حکیم صاحبؒ کا بہت پیار تھا۔ جب سے حضرت حافظ صاحبؒ صاحب فراش ہو کر سرگانہ ہاؤس آئے تھے حکیم صاحبؒ خود یا مجھے حکم دیتے کہ جاؤ اور حافظ صاحبؒ کا حال پوچھ کر آؤ' اور اب انہیں یہ دوا دے کر آؤ۔ روزانہ میں حافظ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مختلف ہدایات جو حکیم صاحبؒ فرماتے میں حافظ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کر دیتا۔ رمضان شریف میں خود حافظ صاحبؒ کو دیکھنے گئے۔

دو فروری کو وہ گھڑی آن پہنچی کہ حافظ صاحبؒ ہم سے جدا ہو گئے اور ہمیں بے بہا غم میں مبتلا کر گئے۔ حکیم صاحب اور میں مطب میں بیٹھے تھے کہ محترم میاں محمود سرگانہ کے صاحبزادے نے آکر یہ دل خراش خبر سنائی کہ حافظ محمد عابد صاحبؒ اب اس دنیا میں نہیں رہے اسی وقت مجھے کہا کہ تم ابھی سرگانہ ہاؤس جاؤ اور پھر نماز جناہ کا مجھے بتانا۔ پھر نماز جنازہ کے لئے خانیوال تشریف لے گئے مگر نماز جنازہ نہ مل سکا۔ میں واپس خانقاہ سے آیا تو مجھ سے تدفین سے متعلق ساری باتیں پوچھیں بار بار حضرت کا پوچھا کہ ان کا کیا حال تھا اب حضرت کے سفر و حضر کا کون ساتھی بنے گا۔ میں نے بتلایا کہ حضرت خواجہ صاحب صبح خانیوال آرہے ہیں۔ اور دس بجے صبح خانیوال حافظ صاحبؒ کے گھر دعا ہے۔ فرمانے لگے کہ میں ضرور دعا میں شمولیت کے

لئے خانیوال جاؤں گا۔ ہم تقریباً صبح سوا نو بجے خانیوال پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے کمال مہربانی سے معانقہ کیا اور اپنے پاس بٹھایا اور حال احوال دریافت کئے۔ دعا کے بعد حضرت خواجہ صاحب سے اجازت طلب فرما کر ملتان واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں حافظ صاحبؒ کو یاد کرتے رہے۔ پھر مجھے کہا کہ میں نے آج خانپور جانا ہے وہاں ایک فوتگی ہو گئی ہے وہاں تعزیت کرنے جانا ہے۔ تم مجھے دوپہر کو اسٹیشن چھوڑ آنا۔ میں اور بھائی مسعود انہیں اسٹیشن پر چھوڑ آئے۔ جمعہ ۵ فروری کو صبح سات بجے خانپور سے اطلاع آئی کہ حکیم صاحب کو دل کی تکلیف ہو گئی ہے۔ اور ہم انہیں بہاولپور لا رہے ہیں۔ آپ بھی بہاولپور آجائیں۔ بہاولپور سے کار میں ملتان لائے اور فرمانے لگے کہ مجھے سیدھا گھر لے چلو پھر جہاں تمہارا جی چاہے لے جانا۔ گھر تشریف لائے سب گھر والوں سے ملے۔ پھر سب بھائیوں نے مل کر مشورہ کیا کہ اب ہسپتال لے چلیں۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہسپتال لے گئے۔ وہاں ۵ بجے طبیعت سنبھل گئی۔ دوست احباب جو ملنے آئے ہوئے تھے ان سے ملاقات کی اور مولانا محمد یاسین سے کہنے لگے کہ میرے حج کا بندوبست ہو رہا ہے کہ نہیں۔ اور پھر فرمانے لگے کہ مجھے اس حالت پر لانے والی تین وجوہات ہیں کہ پہلے یہ کہ منیب مرحوم (بیٹا) کا غم مجھے ابھی تک نہیں بھولا دوسرا یہ کہ حافظ عابد صاحبؒ کا یہ جو صدمہ اب مجھے ملا ہے وہ ناقابل برداشت ہے۔ اور تیسرا یہ کہ خانپور جا کر میرا پیٹ خراب ہو گیا۔

جب احباب چلے گئے تو مجھ سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو حوصلہ دینا اور اس کا خیال رکھنا۔ اب میرا وقت آگیا ہے۔ اور پھر قرآن شریف پڑھنے لگے۔ میں اور میرے بڑے بھائی حافظ حکیم محمد طارق صاحب ساری رات ابا جان کے سرہانے کھڑے رہے بلکہ میں تو تھوڑی دیر کے لئے لیٹ بھی گیا مگر بھائی طارق نے ساری رات جاگ کر گزاری۔ صبح تقریباً ساڑھے پانچ بجے خود ابا جان نے اپنا منہ قبلے کی طرف کر لیا اور قبلے کی طرف خود کروٹ لی۔ اور تقریباً صبح چھ (۶) بجے ۶ فروری کو داعی اجل کو لبیک کہا اور روح قفس عنصری سے آزاد ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون•

*

ادارہ

بسلسلہ قادیانی شبہات کے جوابات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تضادات مرزا قادیانی

سوال نمبر۹۲ مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کی ہے تو جس شخص کی وہ تعریف کرے اس کی تنقیص کیسے کرسکتا ہے؟۔

جواب نمبر۱ : مرزا قادیانی تسلیم کرتا ہے کہ شریر انسانوں کا طریق ہے کہ ہجو کرنے کے وقت پہلے ایک تعریف کا لفظ لے آتے ہیں گویا وہ منصف مزاج ہیں۔ ست بچن ص ۱۳' روحانی خزائن ص ۱۲۵ ج ۱۰' چنانچہ مرزا کا بھی یہی حال تھا۔

اس نے سیرۃ المہدی ج ۳ ص ۲۲۰ پر روایت نمبر ۸۰۱ میں ہے :

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' مولوی محمد ابراہیم بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ ایک دفعہ میں نے مسیح موعود (مرزا) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی اللہ تعالیٰ نے صدیقہ کے لفظ سے تعریف فرمائی ہے۔ اس پر حضور (مرزا) نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت توڑنے کے لئے ماں کا ذکر کیا ہے اور صدیقہ کا لفظ اس جگہ اس طرح آیا ہے جس طرح ہماری زبان میں کہتے ہیں "بھر جائی کانے سلام آکھناں واں" جس سے مقصود "کانا" ثابت کرنا ہوتا ہے تاکہ سلام کہنا۔ اس طرح اس آیت میں اصل مقصود حضرت مسیح کی والدہ ثابت کرنا ہے جو منافی الوہیت ہے نہ کہ مریم کی صدیقیت کا اظہار۔"

اسی شرارت اور بدباطنی کے تحت مرزا آنجہانی' حضرت مسیح کی تعریف کیا کرتا تھا۔

جواب نمبر ۲ : ہمارا یہی موقف ہے کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔ جھوٹے آدمی کے کلام میں تناقض ہوتا ہے' مرزا قادیانی کا روز بروز' صبح و شام' قدم بقدم موقف بدلنا پینترا تبدیل کرنا اس کی عادت تھی۔ جن لوگوں کی مرزا قادیانی کی کتابوں پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح مرزا قادیانی کے کلام میں تناقض ہے۔ اس عنوان پر مرزا کی رو میں اس کی تحریرات کی روشنی میں امت نے کافی کتابیں لکھی ہیں۔ کذبات مرزا' تضادات مرزا' مرزا کی قادیانی کی تردید کا ایک مستقل عنوان ہے۔ لیجئے مرزا کے تضادات میں سے چند حوالے

پیش خدمت ہیں۔

(۱) ابتداء سے پہلے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ (تریاق القلوب ص۱۳۰، روحانی خزائن ص۴۳۲ ج۱۵)

ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ (حقیقت الوحی ص۱۶۳، روحانی خزائن ص۱۶۷ ج۲۲)

(۲) "ھوالذی ارسل رسوله بالھدی" یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ ص۴۹۸، ۴۹۹، روحانی خزائن ص۵۹۳ ج۱)

قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں۔ (ایام الصلح ص۱۴۶، روحانی خزائن ص۳۹۲ ج۱۴)

(۳) اس عاجز (مرزا) نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص۷۷، روحانی خزائن ص۱۹۲ ج۳)

خدا تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔ (ازالہ اوہام ص۳۹، روحانی خزائن ص۱۲۲ ج۳)

(۴) میرے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو کر کافروں سے جا ملوں۔ (حمامتہ البشریٰ ص۷۹، روحانی خزائن ص۲۹۷ ج۷)

سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص۱۱، روحانی خزائن ص۲۳۱ ج۱۸)

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ملفوظات ص۱۲۷ ج۱۰)

(۵) جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ (کتاب البریہ ص۱۶۲، روحانی خزائن ص۱۸۰ ج۱۳)

سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے

قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔ (ایام الصلح ص ۱۴۷ ، روحانی خزائن ص ۳۹۴ ج ۱۴)

(۶) حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن سے ثابت ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۶۸ ، روحانی خزائن ص ۶۸ ج ۵)

یہ بھی یاد رہے کہ ان پرندوں (مسیح کے ہاتھ سے بنے ہوئے) کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (ازالہ اوہام ص ۱۵۷ ، روحانی خزائن ص ۲۵۶ ، ۲۵۷ ج ۳)

(۷) میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں ہاں اس زمانہ کے لئے میں مثیل مسیح ہوں۔ (ازالہ اوہام ص ۱۹۹ ، روحانی خزائن ص ۱۹۷ ج ۳)

فلیس المسیح من دونی موضع قدم بعد زمانی ، پس میرے سوا دوسرے مسیح کے لئے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۵۸ ، روحانی خزائن ص ۲۴۳ ج ۱۶)

(۸) یہ تو مسیح ہے کہ اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا۔ (ازالہ اوہام ص ۴۷۳ ، روحانی خزائن ص ۳۵۳ ج ۳)

لطف تو یہ کہ حضرت عیسیٰ کی بھی بلاد شام میں قبر موجود ہے۔ (اتمام الحجۃ ص ۲۴ ، روحانی خزائن ص ۲۹۶ ج ۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللحم میں پیدا ہوئے اور بیت اللحم اور بلدہ قدس میں تین کوس کا فاصلہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے اور اس کے اندر حضرت عیسیٰ کی قبر ہے اور اس گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں اور بنی اسرائیل کے عہد میں بلدہ قدس کا نام یروشلم تھا۔ (اتمام الحجۃ ص ۲۷ ، روحانی خزائن ص ۲۹۹ ج ۸)

اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ (کشتی نوح ص ۱۵ ، روحانی خزائن ص ۱۶ ج ۱۹)

مسیح کی قبر گلیل ، بلاد شام ، یروشلم ، سری نگر کشمیر ، اب مرزائی کونسی بات صحیح ہے؟ کیا مسیح علیہ السلام کا چار جگہ انتقال ہوا؟ اور چاروں جگہ پر مدفون ہوئے؟

(۹) دجال سے مراد باقبال قومین۔ (ازالہ اوہام ص ۱۴۶، روحانی خزائن ص ۱۷۴ ج ۳)

دجال معہود یہی پادریوں اور عیسائی متکلموں کا گروہ ہے۔ (ازالہ وہام ص ۷۲۲ خورد، روحانی خزائن ص ۴۸۸ ج ۳)

ابن صیاد میں دجال معہود ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۲۲، روحانی خزائن ص ۲۱۰ ج ۳)

(۱۰) ہم باوا (نانک) صاحب کی کرامت کو اس جگہ مانتے ہیں اور قبول کرتے ہیں کہ وہ چولہ ان کو غیب سے ملا اور قدرت کے ہاتھ نے اس پر قران شریف لکھ دیا۔ (ست بچن ص ۶۸، روحانی خزائن ص ۱۹۲ ج ۱۰)

اسلام میں چولے رکھنا اس زمانہ (باوا نانک) میں فقیروں کی ایک رسم تھا۔ پس یہ بات صحیح ہے کہ باوا نانک کے مرشد نے جو مسلمان تھا یہ چولہ ان کو دیا تھا۔ (نزول المسیح ص ۲۰۵، روحانی خزائن ص ۵۸۳ ج ۱۸)

یہ دس تضاد بیانیاں مرزا قادیانی کے کلام سے بطور نمونہ مشتے از خروارے کے نقل کیا ہے ورنہ اس پر مستقل تصانیف ہیں۔ اب یہ بھی یاد رہے کہ مرزا قادیانی خود تسلیم کرتا ہے کہ :۔

(۱) کسی سچیار، عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنوں یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہوتا ہے۔ (ست بچن ص ۳۰، روحانی خزائن ص ۱۴۳ ج ۱۰)

(۲) اس شخص کی حالت ایک مخبط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک ایک کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۱۸۴، روحانی خزائن ص ۱۹۱ ج ۲۲)

(۳) جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۱۲، روحانی خزائن ص ۲۷۵ ج ۲۱)

مرزا کے نزدیک پاگل، مجنوں، منافق، مخبط الحواس، جھوٹے، کے کلام میں تناقض ہوتا ہے۔ مرزا کی جوتی مرزا کا سر۔ :۔ اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

فتنہ وحید الدین خاں

منکر جہاد بھارتی نژاد متنازعہ مصنف وحید الدین خاں "چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر" ان کا بے لگام قلم دلکش لفظوں' عوامی اسلوب اور آسان زبان کی مدد سے شعائر اسلامی کا مذاق اڑاتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرتا ہے اور اسلامی مقدس شخصیات کا تمسخر اڑاتا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام اسلام دشمن تحریکیں بھاری اخراجات سے انھیں اپنے پروگراموں میں مدعو کرتی ہے' انھیں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے اور پھر میڈیا کے زور پر ان کے موقف کو پوری دنیا میں پھیلا کر اسلام کی تضحیک اور مسلمانوں کی رسوائی کا سامان پیدا کیا جاتا ہے۔ اسلام کے ساتھ ان کا تعلق صرف اتنا ہے کہ بس ان کا نام مسلمانوں جیسا ہے ورنہ ان کی کھوپڑی لات و منات' دل تعصب و عناد اور سینہ حرص و آز کے کینسر کا شکار ہے۔ مسلمانوں کے خلاف سازش ان کی عادت اور شرارت' ان کی فطرت میں خون کی طرح شامل ہے۔ فکر و عمل کے حوالہ سے وہ تمام عمر مخنف رہے۔ "گنگا گئے تو گنگا رام' جمنا گئے تو جمنا داس" ایسی منافقانہ پالیسی پر گامزن ہیں۔ طوائف کا کردار بھی قلم کی عصمت کا سودا کرنے والوں سے بہتر ہوتا ہے۔ افسوس! وحید الدین خاں ایسے ناعاقبت اندیش اس معیار پر بھی پورے نہیں اترتے۔ ان کی تحریریں جو ایک فتنہ کا روپ دھار چکی ہیں' امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

مولانا رومؒ نے فرمایا تھا کہ "علم کو اگر مادی مفادات کے حصول کا وسیلہ بنا لیا جائے تو وہ زہریلا سانپ بن جاتا ہے' وحید الدین خاں کے پاس جتنا بھی تھوڑا بہت علمی اثاثہ ہے' اسے انھوں نے مادی مفادات کے حصول کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس "سانپ" کے زہر سے ان کے اندر کا بندہ بشر کب کا آنجہانی ہو چکا ہے۔ جہاں کہیں سے بھی شہرت یا لالچ کی تھوڑی بہت خیرات کا شبہ ہو' اس در پر جا کر صدا بلند کرتے ہیں۔

دیکھ اپنی صفوں میں کھڑے رشدی کے مقلد
ابلیس کو ٹھہراتا ہے کیا مورد الزام

نعتیں بھی کہیں یہ دیوی کے بھجن بھی
کس در کے یہ بندے تھے کہاں ہو گئے نیلام

ملعون زمانہ سلمان رشدی اور اس قبیل کے دیگر مسیلمہ کذابوں اور راجپالوں کے دفاع میں انہوں نے "شتم رسول کا مسئلہ" نامی کتاب لکھ کر اپنے چہرے پر ایسی کالک اور پھٹکار مل لی ہے جس کو سات سمندروں کا پانی بھی نہیں دھو سکتا۔ اسلام کے طے شدہ مسائل میں التباس اور مغالطے پیدا کرنا ان کی ڈیوٹی ہے لیکن ایسے مجہول شخص کو کون سمجھائے کہ (بقول شخصے) دین اکبری کے ضابطے' دور اکبری کے ساتھ ہی دفن ہوتے رہے ہیں۔ جس قدر انہوں نے علم و عمل کو بے آبرو کیا ہے' موجودہ دور میں کسی اور کی مثال نہیں ملتی۔ علم کے نام پر گلیم بوذرؓ' دلق اویسؒ اور چادر زہراؓ بیچ کھانے والے اس سومناتی ملا کو معلوم ہونا چاہیے کہ ملا کی اذان اور مجاہد کی اذان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ کرگس کا جہاں اور شاہین کا جہاں ایک ہی فضا ہونے کے باوجود الگ تھلگ نہیں ہوتا بلکہ مقاصد بھی جداگانہ ہوتے ہیں

الحذر ایسے انجام سے سو بار الحذر

استعماریت کی گود میں پلنے والے وحید الدین خاں کے دل و دماغ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ پروپیگنڈا کے فن اور اس کے داؤ پیچ میں شیطان بھی ان کے روبرو صرف ایک مبتدی نظر آتا ہے۔ ان کے فرمودات سے ہٹ کر سوچنا یا عمل کرنا ان کے نزدیک خودکشی کے مترادف ہے۔ فکری انتشار میں مبتلا وحید الدین خاں کے نزدیک قومی غیرت' عزت' جہاد' شہادت' مرد مومن کا تصور' خودی' تائید غیبی' قوت ایمان' تحفظ ناموس رسالت ﷺ' اسلامی بنیاد پرستی ایسی تراکیب فرسودہ اور ناقابل عمل ہیں۔ وہ روشن اسلامی تاریخ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

مجھ کو بھی پڑھ کتاب ہوں' مضمون خاص ہوں
مانا ترے نصاب میں شامل نہیں ہوں میں

وحید الدین خاں کبھی حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں' کبھی وہ شان رسالت ﷺ میں توہین کرنے والے کو "آزادی تحریر و تقریر" اور "حقوق انسانی" کے تحت نظر انداز کر دینے کا فتویٰ سناتے ہیں۔ کبھی وہ صحابہ کرامؓ پر ناروا تنقید و تنقیص کرتے ہیں' کبھی وہ صلاح الدین ایوبیؒ' ٹیپو سلطانؒ اور سید احمد شہیدؒ ایسے مجاہدین اور محسنین ملت کے بارے میں سوقیانہ تحریریں رقم کرتے ہیں کبھی وہ اورنگ زیب عالمگیرؒ' سید جمال الدین افغانیؒ' سید قطب شہیدؒ' مجدد الف ثانیؒ' شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خانوادے ایسے مجددین و مصلحین اور مفکرین کی دعوتی و اصلاحی جدوجہد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ بھارت میں بابری مسجد کے انہدام اور فرقہ ورانہ فسادات کا ذمہ دار صرف اور صرف مسلمانوں کو ٹھہراتے ہیں' کبھی وہ مولانا محمد علی جوہرؒ' علامہ اقبالؒ' الطاف حسین حالیؒ' مولانا حسین احمد مدنیؒ' سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ ایسے جید راہنماؤں پر تنقید و استہزاء کرتے ہیں۔ کبھی وہ کشمیر' فلسطین' بوسنیا' کوسووو' چیچنیا اور اریٹریا میں مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں کو ناپسندیدہ اور قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ دشمنان اسلام راجپال' مرزا قادیانی' سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین وغیرہ کی دل آزار اور اشتعال انگیز تحریروں کے خلاف جدوجہد کو وحشیانہ اور مجنونانہ قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ اجتہاد کے نام پر الحاد پھیلانے کی ناکام سعی کرتے ہیں' کبھی وہ غازی علم الدین ایسے شہیدان ناموس رسالت ﷺ کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ کبھی وہ اسلام

کے درخشندہ ماضی پر نادم اور رنجیدہ نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد کو سازش قرار دیتے ہیں' کبھی وہ تقسیم پاکستان کو غلط قرار دیتے ہیں' کبھی وہ اکھنڈ بھارت کا مژدہ سناتے ہیں' کبھی وہ بال ٹھاکرے' گورو گولوالکر' آر ایس ایس کے اور وشو ہندو پرد۔شد ایسی انتہائی متعصب ہندو لیڈروں اور جماعتوں کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ اسلامی فقہ اور اسلامی علوم کی بنیادی کتابوں کو دریا میں ڈبو دینے کا حکم فرماتے ہیں' کہیں وہ دین اکبری کے خالق اکبر بادشاہ کی اسلام دشمن پالیسیوں اور ملحدانہ رجحانات کے علمبردار اور حامی نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ ملت اسلامیہ کو تحریف شدہ دین پر کھڑی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ کبھی وہ مسلمانوں کو بابری مسجد' مسلم پرسنل لاء سمیت اپنے تمام حقوق و مطالبات سے دست بردار ہو جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ کبھی وہ مذہبی تہذیب کو اسلام کی معاون اور موید کہتے ہیں۔ کبھی وہ "دین کے مکمل ہونے اور اس کے قیام کی جدوجہد کو سب سے بڑا فتنہ سمجھتے ہیں۔ کبھی وہ سیکولرازم کو دین کے لیے سازگار قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ گاندھی وقت کے سب سے بڑے مجتہد تھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ علماء اسلام سو سال تک جہاد کے نام پر خونیں عمل میں مصروف ہیں۔ کبھی وہ جہاد کے اسلامی تصور سے انکار کرتے ہیں اور اسے خودکشی کا نام دیتے ہیں۔

دولت کے لیے ظرف و ضمیر بیچ دینے والے مادر پدر آزاد شیطان کی اولاد ہوتے ہیں۔ وحید الدین خاں اپنے فنکارانہ گیٹ اپ میں ایسا تکنیک کار اور شعبدہ باز ہے جو جھوٹ کو سچ میں بدل دینے کا ماہر ہے۔ ان کا ذہن خباثت کی عمل گاہ ہے۔

اب ہوا معلوم تیرا تجزیہ کرنے کے بعد
تو ہے اک شیطان ثانی آدمی کے روپ میں

عقل و شعور سے محروم وحید الدین خان کو سر والٹر لارنس کی کتاب "دی انڈیا وی سروڈ" کا یہ اقتباس بھی گوش ہوش سے پڑھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اپنے ضمیر (اگر زندہ ہے) کی عدالت سے فیصلہ لینا چاہیے کہ کیا مسلمانوں سے غداری کر کے وہ اپنے بیرونی آقاؤں کی آتش انتقام اور اپنے عبرتناک انجام سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ سر والٹر لارنس لکھتے ہیں:

"سر پرتاب (مہاراجہ ایدر) شملہ آئے ہوئے ہیں تاکہ لارڈ کرزن کی جانب سے میری بیوی کو اور مجھے روانگی سے ایک رات پہلے جو رخصتی ضیافت دی جانے والی تھی' اس میں شریک ہوں۔ ڈنر کے بعد میں اور سر پرتاب دو بجے رات تک ان کی توقعات اور ارادوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ان کی ایک آرزو یہ تھی کہ ہندوستان کے جملہ مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ میں نے اس تعصب پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ان مسلمانوں کا ذکر کیا جو ہمارے مشترکہ دوست تھے۔ مہاراجہ نے کہا ہاں! میں بھی ان کو پسند کرتا ہوں لیکن ان کی موت کو ترجیح دوں گا۔"

کب تک وہ محفوظ رہیں گے محلوں میں جو رہتے ہیں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مولانا قاری محمد بشیر مرحوم

ایک تاریخ ساز شخصیت

اورنگ زیب اعوان

مولانا قاری محمد بشیر ۱۹۵۸ء کو ریاست امب کے علاقہ گلی دیوی میں قاضی ریاست امب اور شیخ الحدیث مولانا قاضی عبدالخالق ؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ مولانا قاری ولی الرحمٰن مدظلہ کے سامنے زانوے تلمذ طے کئے اور ان کی شاگردی میں قران مجید حفظ کیا۔ راولپنڈی کی معروف دینی درسگاہ انوار العلوم میں استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد تقی مدظلہ سے قرات پڑھی۔ اس کے بعد جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے داخلہ لیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ۱۷ سال کی عمر میں دورہ حدیث شریف کر کے سند فراغت حاصل کی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم میں ان کا شمار شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اور شیخ التفسیر مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ کے نامور اور لائق ترین سعادت مند شاگردوں میں ہوتا تھا۔

جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں ان دنوں شیر سرحد حضرت مولانا فضل رزق مرحوم خطیب تھے۔ پورے صوبہ سرحد میں ان کی خطابت کا طوطی بولتا تھا۔ تحریک ختم نبوت ۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ؐ ۷۷ء میں انتہائی بے باکی اور دلیری سے قائدانہ کردار انہوں نے ادا کیا تھا۔ ان کی خطابت خلوص اور للہیت کا یہ حال تھا کہ جمعہ کو ان کے خطاب سے پہلے ہی جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کا گلہ کر رہی ہوتی تھی۔ اور کہیں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ ۸۴ء میں ان کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا قاری محمد بشیر کو ان کا جانشین نامزد کیا گیا۔ قاری محمد بشیر نے اپنے بڑے بھائی مولانا فضل رازق مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیشہ حق وصداقت کی آواز کو بلند کیا اور جابر حکمرانوں کی ہمیشہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کو بلند کیا ان کی اسی جرأت و بہادری کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہری پور کے علماء کرام میں اپنا ایک منفرد مقام حاصل کر لیا اور عوام کے محبوب قائد بن کر ابھرے اور پھر جلد ہی شہرت کی بلندیوں پر پہنچے اور صرف ہزارہ ڈویژن ہی نہیں صوبہ سرحد کے

ممتاز علماء کرام اور خطباءِ عظام کی فہرست میں ان کا نام شمار ہونے لگا۔ ۱۹۸۴ء کی ملک گیر تحریک ختم نبوت میں نمایاں قائدانہ کردار ادا کیا اور اتفاق رائے سے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری نامزد ہوئے۔ جامع مسجد شیر انوالہ گیٹ ان دنوں تحریک کا مرکز اور گڑھ تھی۔ ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد اور احتجاجی مظاہروں کا آغاز اسی مرکز سے ہوتا تھا اور ہر معاملہ میں قیادت ان ہی کے حصہ میں آتی تھی۔ ۱۹۸۶ء میں جب شبان تحفظ ختم نبوت کے نام سے ہری پور کے نوجوانوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے منظم انداز سے کام کا آغاز کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے انہیں شبان تحفظ ختم نبوت کا سرپرست اعلیٰ مقرر کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے رفقاء کار مولانا قاضی گل رحمٰن، مولانا حفیظ الرحمٰن، مولانا عبدالدیان، مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی، قاری عمر خان فاروقی، افتخار احمد مرحوم، قاری عبدالمالک عباسی، مولانا غلام مصطفیٰ شاہی، حافظ عبدالقیوم قریشی، صابر غفور علوی، محمد اورنگ زیب اعوان، اور دیگر مخلص احباب نے اس انداز میں کام کیا کہ ٹی اینڈ ٹی کالونی، کھلابٹ، ٹاؤن شپ اور گردونواح کے قصبات میں شبان تحفظ ختم نبوت کی ذیلی شاخیں قائم ہوئیں۔ ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوا۔ رد قادیانیت پر تربیتی کورسز منعقد ہوئے۔ ختم نبوت کا بول بالا ہوا اور قادیانیت کا منہ کالا ہوا۔

سپاہ صحابہؓ کے قیام کے بعد عظمت صحابہ کرامؓ کے تحفظ اور دشمنان صحابہ کرامؓ کے تعاقب کے سلسلہ میں گرانقدر سنہری خدمات سرانجام دیں۔ امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید، مورخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اور علامہ محمد شعیب ندیم شہید سے ان کے مثالی گہرے تعلقات تھے اور قائدین سپاہ صحابہؓ کو ان پہ حد درجہ اعتماد تھا۔ اور تھوڑے عرصہ بعد انہیں سپاہ صحابہؓ صوبہ سرحد کا سرپرست اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا۔ ابھی مولانا قاری محمد بشیر نے زندگی کی چالیس بہاریں ہی گذاری تھیں کہ گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ پورا ایک سال بیماری کی نذر ہو گیا۔ الشفا ہسپتال اسلام آباد، کڈنی سنٹر راولپنڈی میں زیر علاج رہے کچھ افاقہ ہوا تو پھر وہی تنظیمی اصلاحی و تبلیغی پروگراموں کی مصروفیت۔ شفایاب ہوتے ہی سب سے پہلے شیر انوالہ گیٹ چوک میں محسن انسانیت کانفرنس کا انعقاد کرایا اور اس میں مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب کا خطاب کرایا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ستمبر ۱۹۹۸ء میں شبان تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام شیر انوالہ گیٹ چوک میں ہی ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تو اس کی تیاری کے لئے بھی بھرپور تگ ودو فرمائی انتظامیہ کی تمام تر

پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود جان جوکھوں میں ڈال کر جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانفرنس کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرایا۔ اس کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔ جا مسلسل مصروفیات اور اسفار کے باعث دوبارہ پھر بیماری نے آلیا۔ کڈنی سنٹر میں داخل کرلیا گیا۔ بھرپور علاج ہوا قابل فخر بھائیوں خصوصاً قاضی عبدالسمیع ایڈووکیٹ نے اپنے عظیم بھائی کے علاج پر لاکھوں روپے صرف کئے' لاکھوں افراد نے اپنے عظیم قائد کی شفایابی کے لئے رورو کر دعائیں کیں۔ حرم کعبہ اور مسجد نبویؐ میں خصوصی دعائیں کی گئیں مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

؎ مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی

اور بالآخر قائد اہل سنت مجاہد اسلام مولانا قاری محمد بشیر زندگی کی بازی ہار گئے اور موت جیت گئی۔ ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی۔

؎ بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

۱۳ فروری بروز ہفتہ دن اڑھائی بجے کڈنی سنٹر راولپنڈی میں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی اور اگلے روز دن ۱۰ بجے جب جنازہ اٹھا تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ درد و الم اور رنج و غم کے المناک مناظر اس سے پہلے کم ہی دیکھنے میں آئے۔ ہزارہ ڈویژن کے تمام علماء کرام اور دینی و سیاسی جماعتوں کے قائدین و کارکن فخر ہزارہ مولانا قاری محمد بشیر کے جنازہ کو کندھا دینے کے لئے اکٹھے تھے۔

؎ لاش کاندھوں پہ میری ساتھ ہجوم یاراں
آخری بار میرا گھر سے نکلنا دیکھو

ایلمنٹری کالج کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں مرحوم کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں بلاشبہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ ہری پور ہی نہیں ہزارہ ڈویژن کی تاریخ اس عظیم جنازہ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس گراؤنڈ میں جب جنازہ پہنچا تو تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ مولانا مرحوم کے چچا ممتاز عالم دین اور ولی کامل حضرت مولانا عبدالرحمٰن نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ برستی آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا قاری محمد بشیر کی وفات پر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک مہتمم مولانا سمیع

الحق جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمٰن' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا اللہ وسایا' ماہنامہ لولاک کے ایڈیٹر اور ممتاز خطیب وادیب صاحبزادہ طارق محمود' پاکستان شریعت کونسل کے جنرل سیکرٹری مولانا زاہد الراشدی' مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کے سربراہ مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ' سپاہ صحابہؓ کے مرکزی راہنما مولانا عبدالخالق رحمانی' ودیگر علماء کرام ہری پور تشریف لائے اور مولانا قاری محمد بشیر کی عظیم دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور ان کے بھائی مولانا قاضی عبدالعلیم (فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کو ان کا جانشین مقرر ہونے پر مبارک باد دی۔ مولانا قاری محمد بشیر مرحوم کے پسماندگان میں ان کے بھائی مولانا قاضی عبدالعلیم' قاضی عبدالسمیع ایڈووکیٹ' قاری عبدالبصیر' دو بیٹے حافظ شکیل احمد' محمود الحسن اور دو بیٹیاں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر و جمیل نصیب فرمائیں۔

مولانا قاری محمد بشیر کی وفات صرف ایک مکتب فکر ہی کے لئے نہیں بلکہ جمیع اہل سنت والجماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ہزارہ ڈویژن کی دینی تحریکوں کی سرپرستی اور عوامی خدمات ان کی ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

مطمئن ہوں کہ مجھے یاد رکھے گی دنیا
میرے گھر کے درو دیوار مجھے سوچیں گے
جب بھی اس شہر کی تاریخ وفا لکھے گی
وسعت دشت مجھے آبلہ پا لکھے گی
میرا ماتم اسی چپ چاپ فضا میں ہوگا
میرا نوحہ انہی گلیوں کی ہوا لکھے گی

خریداران لولاک سے گذارش
ضروری اعلان

جن خریداران کی سالانہ خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ ان کو زر سالانہ بھجوانے کے لئے دفتر لولاک سے خط بھیجا گیا۔ اب اس اعلان کے ذریعہ ان سے دوبارہ درخواست ہے کہ اس دینی پرچہ اور نظریہ عقیدہ ختم نبوت کے محافظ رسالہ سے تعاون فرماتے ہوئے زر سالانہ فوراً بھجوادیں۔ شکریہ!

مرزا قادیانی عذاب کے نرغے میں

محمد طاہر رزاق

نمرود پورے غرور و تکبر کے ساتھ اپنے تخت پر خدا بنا بیٹھا ہے۔ خدام حاضر خدمت ہیں۔ ہر حکم کی بجا آوری ہو رہی ہے۔ اچانک فضا میں ایک لنگڑا مچھر رقص کرتا آتا ہے اور نمرود کی ناک میں گھس جاتا ہے۔ ناک کا موسم اسے کچھ زیادہ ہی بھلا محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ناک میں کچھ اور اوپر چڑھ جاتا ہے۔ پھر زور لگاتا ہوا دماغ تک پہنچتا ہے اور دماغ سے یوں چپک جاتا ہے جس طرح غرور اقتدار سے چپکا ہوا تھا۔ نمرود ناک میں انگلی ڈال کر مچھر کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن مچھر اپنی منزل مراد تک پہنچ چکا ہے۔ نمرود زور زور سے ناک صاف کرتا ہے اور ہر دفعہ ناک کی رطوبت میں مچھر کو تلاش کرتا ہے لیکن مچھر اندر دماغ کے وسط میں بیٹھا فاتحانہ قہقہے لگا رہا ہے۔ جب مچھر برآمد نہیں ہوتا تو نمرود کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ محل میں شور مچ جاتا ہے۔ طبیبوں کی ٹیمیں دوڑی آتی ہیں۔ کوئی طبیب ناک کا معائنہ کر رہا ہے اور کوئی نبض پکڑ کر بیٹھا ہے۔ اچانک مچھر نمرود کے دماغ میں کاٹتا ہے اور جھوٹا خدا ایک زوردار چیخ مارتا ہے جس کی بازگشت پورے محل میں سنی جاتی ہے۔ مچھر دوسرا وار کرتا ہے اور جھوٹا خدا درد سے تڑپنے لگتا ہے۔

طبیب فوراً دوائیں تجویز کرتے ہیں۔ جھوٹے خدا کو دوائیں کھلائی جاتی ہیں۔ لیکن : ؎

؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مچھر کے پے در پے حملوں سے جھوٹا خدا درد سے لوٹ رہا ہے۔ طبیب پریشان کھڑے ہیں اور اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ اچانک ایک بوڑھے طبیب کے ذہن میں ایک نسخہ آتا ہے۔ وہ دیگر طبیبوں سے کہتا ہے کہ ذرا "نمرود کے سر کو پکڑو۔" پھر وہ پھرتی سے ایک جوتا پکڑتا ہے اور اسے زور سے جھوٹے خدا کے سر پر مارتا ہے۔ مچھر جوتے کی زبردست گونج سے خوف سے دبک جاتا ہے اور کاٹنا بند کر دیتا ہے۔ کچھ دیر بعد نمرود کے اوسان بحال ہوتے ہیں اور وہ اس طبیب سے بڑا خوش ہوتا ہے۔ جس نے اس کی اچھوتی بیماری کا یہ اچھوتا علاج دریافت کیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر گزرنے نہ پائی تھی کہ مچھر پر دماغ میں کاٹتا

ہے۔ جھوٹا خدا "جوتا جوتا" پکارتا ہے اور فوراً اس کے غرور بھرے سر پر جوتوں کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے۔
مچھر پھر وقفہ دیتا ہے۔ کچھ وقفے کے بعد پھر کاٹتا ہے۔ ادھر مچھر نے کاٹا ادھر نمرود چیخا اور ادھر معالج نے
"چھترول" شروع کر دی۔

اب صورت حال یہ بن چکی ہے کہ نمرود جدھر بھی جاتا ہے۔ جوتا بردار معالج ساتھ ہے۔ جہاں
ضرورت پڑتی ہے وہیں موقعہ پر علاج کر دیا جاتا ہے۔ سچا خدا جوتے لگوا رہا ہے۔ جھوٹا خدا جوتے کھا رہا ہے اور
مخلوق دیکھ رہی ہے۔۔۔۔۔ اور پھر یونہی ٹھاہ ٹھاہ چھتر کھاتے جھوٹا خدا موت کے گھاٹ اتر جاتا
ہے۔۔۔۔۔ اور اللہ پاک نمرود کی جھوٹی خدائی کو ایک مچھر کے ذریعے ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔

خداوند ذوالجلال نے جس طرح جھوٹے خدا نمرود پر مچھر کے ذریعے عذاب مسلط کر رکھا تھا۔ اسی
طرح خداوند قہار نے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی پر پیشاب کا عذاب مسلط کر رکھا تھا۔ مرزا قادیانی
ملعون نے جو نہی دعویٰ نبوت کیا۔ اس پر پیشاب کا عذاب آن پڑا۔ مرزا قادیانی کو ایک دن میں تیس چالیس
مرتبہ پیشاب آنے لگا اور پھر بتدریج بڑھتے بڑھتے پیشاب کا سکور ایک سو تک جا پہنچا۔

مرزا قادیانی اپنے مرتد مریدوں میں بیٹھا ہے اور انہیں اپنی نام نہاد نبوت کے دلائل سنا رہا ہے کہ
اچانک جس میں پیشاب کی گھنٹی بجتی ہے:

ٹرر۔۔۔۔۔ ٹرر۔۔۔۔۔ ٹرر۔۔۔۔۔

اور حکم ہوتا ہے کہ اٹھ۔۔۔۔۔ پیشاب کر۔۔۔۔۔ مرزا قادیانی تھوڑی دیر کے لئے ڈھیٹ بن
کر پیشاب کو روکتا ہے۔ لیکن مثانے میں جب پیشاب کے سمندر میں تلاطم اٹھتا ہے۔۔۔۔۔ تو مرزا قادیانی
بوڑھی بکری جیسی اپنی پتلی پتلی ٹانگوں سے لیٹرین کی طرف بھاگتا ہے۔۔۔۔۔ پیشاب کا سیلاب آتا ہے اور
گزر جاتا ہے اور مرزا قادیانی کے جسم میں ایک نقاہت چھوڑ جاتا ہے۔ مرزا قادیانی واپس مرتد مریدوں کے
پاس کمرے میں آتا ہے اور پھر دلائل شروع کر دیتا ہے۔ اس کی شیطانی گفتگو جب ایک خاص موڑ پر آتی ہے
اور وہ بڑی چابکدستی سے اس گفتگو کو موڑنا چاہتا ہے تو اچانک پھر جسم میں پیشاب کی گھنٹی بجتی ہے:

ٹرر۔۔۔۔۔ ٹرر۔۔۔۔۔ ٹرر۔۔۔۔۔

اٹھ پیشاب کر۔۔۔۔۔ پیشاب کا پریشر جس شدت کا ہے۔ مرزا قادیانی اسی شدت کے ساتھ
لیٹرین کی طرف بھاگ رہا ہے۔۔۔۔۔ پیشاب کرتا ہے۔۔۔۔۔ اور غصہ سے دانت پیستا ہوا واپس کمرے

میں آتا ہے اور گفتگو کا سلسلہ جہاں ٹوٹا تھا وہیں سے جوڑتا ہے۔۔۔۔۔ ابھی چند جملے ہی ادا کرتا ہے کہ پھر گھنٹی بجتی ہے:

ٹرر۔۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔

اٹھ پیشاب کر۔۔۔۔۔ مرزا قادیانی لیٹرین کی طرف یوں بھاگا جارہا ہے جیسے پہاڑ کی بلندی سے گراہوا آدمی نشیب کی طرف لڑھکتا ہے۔ لیٹرین میں جاتا ہے۔ پیشاب کی دھار مارتا ہے اور ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح واپس آجاتا ہے۔۔۔۔۔ اب پیشاب سے نقاہت اتنی بڑھ گئی ہے کہ بولنا مشکل ہے۔۔۔۔۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہا ہے۔۔۔۔۔ مریدوں کے پاس واپس جانے کی ہمت نہیں۔ اس لئے اپنے کمرے میں واپس آکر چارپائی پر ڈھیر ہو گیا ہے۔

مرزا قادیانی کے گھر کھانا لگ گیا ہے۔ اس کی بیوی اسے آواز دیتی ہے کہ آؤ آکر کھانا کھالو۔۔۔۔۔ مرزا قادیانی دستر خوان پر بیٹھنا ہی چاہتا ہے کہ جسم میں پیشاب کی گھنٹی بجتی ہے:

ٹرر۔۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔

اٹھ پیشاب کر۔۔۔۔۔ سارے اہل خانہ کھانا شروع کر چکے ہیں اور مرزا قادیانی زور زور سے پاؤں مارتا ہوا لیٹرین کی طرف عازم سفر ہے۔ لیٹرین میں داخل ہوتا ہے۔ غصہ میں پیشاب کو پی جانے والی نظروں سے دیکھتا ہے۔ لیکن پیشاب اٹھکیلیاں کرتے ہوئے اس کے سامنے اس کے جسم سے بھاگتا ہوا نکل رہا ہے۔۔۔۔۔ مرزا قادیانی واپس دستر خوان پر آتا ہے اور کھانا شروع کرتا ہے۔ ابھی آدھی روٹی بھی نہیں کھاتا کہ اس کے جسم میں پیشاب کی گھنٹی بجتی ہے:

ٹرر۔۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔

اٹھ پیشاب کر۔۔۔۔۔ کھانا وہیں چھوڑتا ہے اور بوکھلایا ہوا لیٹرین کی جانب رواں دواں ہے۔۔۔۔۔ لیٹرین کو داغ مفارقت دے کر واپس دستر خوان پر آتا ہے تو روٹی اور سالن ٹھنڈا ہو چکا ہے اور سارے گھر والے کھانے سے فارغ ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔

سردیوں کی یخ بستہ رات ہے۔ ہر طرف سرد ہواؤں کا راج ہے۔۔۔۔۔ لوگ لحافوں میں دبکے پڑے ہیں۔ مرزا قادیانی بھی افیم کھا کر بھاری رضائی میں گھابنا سویا ہوا ہے کہ اس کے جسم میں پیشاب کی گھنٹی بجتی ہے:

ٹر۔۔۔۔۔۔ٹر۔۔۔۔۔۔ٹر۔۔۔۔۔۔

سردی سے خوفزدہ مرزا قادیانی گھنٹی کی آواز کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہ جتنا دباتا ہے گھنٹی اتنے ہی زور سے بجتی ہے۔ آخر پیشاب کو گالیاں بکتا سپرنگ کی طرح اچھل کر رضائی سے برآمد ہوتا ہے۔ اندھیری شب میں جوتا ڈھونڈتا ہے لیکن جوتا نہیں ملتا۔۔۔۔۔ آخر پیشاب کا دباؤ اسے ننگے پاؤں دوڑاتا ہوا لیٹرین میں لے جاتا ہے۔ پیشاب آندھی کی طرح آتا ہے اور بگولے کی طرح نکل جاتا ہے۔ مرزا قادیانی شدید سردی سے کانپ رہا ہے۔ کانپتا کانپتا بستر کی طرف دوڑتا ہے اور بستر میں یوں گھس جاتا ہے جس طرح چوہا بل میں۔ ننگے پاؤں لیٹرین میں جانے کی وجہ سے پاؤں کو لگی مٹی سے بستر گندا ہو جاتا ہے۔ سردی سے مرزا قادیانی کے دانت بج رہے ہیں اور وہ خود نیند کی وادی کی طرف کھینچ رہا ہے اور پھر جلد ہی وہ خراٹے لینے لگتا ہے۔

ابھی بمشکل آدھ گھنٹہ گزرا ہے کہ اس کے جسم میں پھر پیشاب کی گھنٹی بجتی ہے:

ٹر۔۔۔۔۔۔ٹر۔۔۔۔۔۔ٹر۔۔۔۔۔۔

وہ بڑی پھرتی سے کروٹ بدلتا ہے لیکن کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر وہ اوندھا لیٹ جاتا ہے لیکن پیشاب کا اصرار تھا کہ بستر سے نکل اور لیٹرین میں چل۔۔۔۔۔ مرزا قادیانی نے گرم گرم بستر سے نہ نکلنے کے لئے بڑے ہاتھ پاؤں مارے لیکن بے سود! جلد ہی پیشاب اس کی مہار پکڑے اسے لیٹرین کی جانب لئے جارہا تھا' اور پھر مرزا قادیانی دانت پیستا ہوا پیشاب کر رہا تھا۔ پیشاب سے فارغ ہو کر مرزا قادیانی نے قہر آلود نظر سے پیشاب کو دیکھا اور پھر غصہ سے کانپتے ہوئے قریب پڑی چھڑی سے پیشاب کو مارنا شروع کر دیا۔ جس سے پیشاب کے چھینٹے اڑ کر اس کے منہ پر پڑے۔ پیشاب کے چھینٹے اس کے منہ پر قبضہ کئے مسکرا رہے تھے اور مرزا قادیانی کو ساری رات دوڑاتے رہے۔ درجنوں بار گرم سرد ہونے کی وجہ سے صبح مرزا قادیانی کو نمونیہ ہو گیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیشاب زیادہ منہ زور ہوتا گیا۔ اب مرزا قادیانی کو پیشاب آیا ہے۔ وہ ایک فاسٹ باؤلر کی طرح لیٹرین کی طرف دوڑ رہا ہے۔ بجلی کی سرعت کے ساتھ ازاربند کھول رہا ہے۔ لیکن ازاربند کھولتے کھولتے پیشاب کپڑوں میں نکل گیا ہے۔ کپڑے گرم گرم اور تازہ تازہ پیشاب سے لت پت ہیں۔ بچے اسے دیکھ کر ہنس رہے ہیں۔ بیوی کوسنے دے رہی ہے اور مرزا قادیانی "**الو باٹا**" بنا کھڑا ہے۔

بیوی کہتی ہے:

"او عقل کے اندھے! میں نے تجھے کتنی بار کہا ہے کہ تو سوتی ازار بند استعمال نہ کیا کر بلکہ ریشمی ازار بند استعمال کیا کر۔ کیونکہ سوتی ازار بند دیر سے کھلتا ہے اور کبھی کبھی اس میں گرہ بھی پڑ جاتی ہے اور گرہ کھلنے سے پہلے پیشاب کھل جاتا ہے۔"

بیوی کے کہنے پر اب مرزا قادیانی نے ریشمی ازار بند استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن پیشاب کی پھرتیوں کے سامنے ریشمی ازار بند کی پھرتیاں کسی کام نہ آئیں' اور پیشاب کپڑوں میں خطا ہوتا رہا۔ ایک دن تنگ آکر بیوی نے کہا کہ تو سوتی اور ریشمی ازار بند کے چکر سے نکل۔ میں تجھے غرارہ سی دیتی ہوں۔ غرارہ اٹھایا' پیشاب کر لیا۔ نہ ازار بند کھولنے کی مصیبت اور نہ ازار بند باندھنے کی مصیبت۔ مرزا قادیانی بیوی کی اس تجویز پر جھوم اٹھا اور اپنے میلے کچیلے دانت نکال کر اسے داد دی۔

مرزا قادیانی غرارہ پہن کر بڑا مطمئن ہو کر سویا ہوا ہے کہ اس کے بدن میں پیشاب کی گھنٹی بجتی ہے:

ٹرر۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔ٹرر۔۔۔۔۔

مرزا قادیانی بستر سے یوں نکلا جس طرح بندوق کی نالی سے گولی نکلتی ہے۔ وہ سرپٹ لیٹرین کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اچانک اس کا پاؤں غرارے میں الجھتا ہے اور وہ منہ کے بل زمین پر گرتا ہے اور موقعہ پر ہی پیشاب نکل جاتا ہے۔ اہل خانہ اسے پیشاب کے چھپڑ سے اٹھاتے ہیں اور غسل خانے کی طرف لے جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی جدھر جا رہا ہے' غرارے سے ٹپکتی ہوئی پیشاب کی دھاریں اس کے پیچھے پیچھے لائنیں بناتی جا رہی ہیں۔ غسل خانے میں مرزا قادیانی کو دھویا جا رہا ہے۔ بیوی اس کے سر پہ جب ٹھنڈا پانی ڈالتی ہے تو ایک کپکپی کے ساتھ غسل خانے میں مرزا قادیانی کا پیشاب نکل جاتا ہے۔

اس کا دوست حکیم نورالدین ایک دن اسے مشورہ دیتا ہے کہ تم گڑ کھایا کرو اور پیشاب کے بعد وٹوانی کیا کرو۔ اس طرح تمہارا کثرت پیشاب کا مرض دور ہو جائے گا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی ایک جیب میں مٹی کے ڈھیلے اور دوسری جیب میں گڑ کے ڈھیلے رکھنے شروع کر دیئے۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا کہ مرزا قادیانی گڑ سے استنجا کر لیتا اور مٹی کے ڈھیلے منہ میں ڈال لیتا۔ اس قباحت کو دیکھتے ہوئے یہ علاج بھی بند کر دیا گیا۔

پیشاب مرزا قادیانی کو سوٹے مارتا' اس کو فلائنگ ککیں لگاتا' اس کا انجر پنجر ہلاتا' اس کے اعصاب

شل کرتا اور اس کے حواس تباہ کرتا اسے قبر کے کنارے تک لے آیا تھا۔ لیکن ابھی وہ مرزا قادیانی کو قبر میں پھینک نہیں سکا تھا۔ پیشاب اسے جلد مار کر جہنم پہنچا دینا چاہتا تھا۔ اسی سوچ میں سرگرداں وہ ایک دن اپنے بڑے بھائی (بڑے پیشاب) کے پاس گیا۔ اسے نمستے کہا اور ادب سے اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

"کیسے آنا ہوا؟۔۔۔۔۔۔بڑے بھائی نے پوچھا"

"ایک بہت ضروری کام کے سلسلے میں آیا ہوں۔ انکار نہ کیجئے گا۔ کیونکہ بڑے 'بڑے ہوتے ہیں اور بڑوں کے کام بھی بڑے ہوتے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔"

بات تو بتاؤ؟۔۔۔۔۔۔بڑے بھائی نے رعب دار آواز میں کہا۔"

"بھائی جان! ایک جھوٹے نبی کو میں مار مار کر قبر کے کنارے پر لے آیا ہوں۔ اب اسے آخری دھکا دینے کے لئے مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ برائے مہربانی! آپ میرے ساتھ چلیں۔ چھوٹے بھائی نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔"

"ضرور چلیں گے تمہارے ساتھ۔ یہ تو بڑا نیکی کا کام ہے۔ بڑے پیشاب نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔"

"پھر کوئی تاریخ اور وقت عنایت کر دیں۔ چھوٹے پیشاب نے سوالاً کہا۔"

"جس وقت تمہیں سہولت ہو' میں تو اس کام کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ بڑے پیشاب نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔"

"میں نے مرزا قادیانی کی ڈائری دیکھی ہے۔ اس کے مطابق وہ چھبیس مئی کو لاہور میں ہو گا۔ لاہور کا پروگرام ہی پکا کر لیں۔ زندہ دلان لاہور بھی خوش ہو جائیں گے۔ چھوٹے پیشاب نے رازدارانہ انداز میں کہا۔"

"پروگرام فائنل اور پروگرام سیل۔ بڑے پیشاب نے مکاہناتے ہوئے کہا۔"

۲۶ مئی کا دن آگیا ہے۔ مرزا قادیانی لاہور میں وارد ہو گیا ہے۔ مریدوں کے گھر دعوتیں اڑا رہا ہے۔ رات کو برانڈرتھ روڈ لاہور کے ایک مرید کے ہاں دعوت ہے۔۔۔۔۔۔دستر خوان بچھ گیا ہے۔ انواع واقسام کے کھانے دستر خوان پر چن دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔۔مرزا قادیانی لہک لہک کر کھانوں کو دیکھ رہا ہے اور پیٹ پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ میزبان کھانا شروع کرنے کی استدعا کرتا ہے۔ اور مرزا قادیانی کھانے بڑپ

کرنے کی ابتدا کرتا ہے۔

یہ مرغ روسٹ پہ حملہ کیا۔۔۔۔۔ یہ مچھلی پکڑی۔۔۔۔۔ یہ بکری کی چانپیں منہ میں ٹھونسیں۔۔۔۔۔ یہ بریانی کی پلیٹ پیٹ کے دوزخ میں پھینکیں۔۔۔۔۔ یہ زردے پہ ہاتھ صاف کیا۔۔۔۔۔ یہ فرنی کو جلکڑ ہند لگایا۔۔۔۔۔ یہ کھیر کی قلابازی لگائی۔۔۔۔۔ وہ حلوے پہ جھپٹا۔

دونوں بھائی مرزا قادیانی کو ٹک ٹک دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو آنکھ کا اشارہ کیا۔۔۔۔۔ ادھر مرزا قادیانی حلوے پہ جھپٹا۔۔۔۔۔ ادھر دونوں بھائی مرزا قادیانی پہ جھپٹے۔۔۔۔۔ دونوں بھائیوں نے مرزا قادیانی کو پکڑ کر چت گرالیا اور اسے چھوٹا اور بڑا پیشاب آنا شروع ہو گئے۔ ادھر چھوٹا پیشاب آیا' ادھر بڑا پیشاب۔ پھر دونوں کی یلغار ہو گئی۔ سارے کمرے کا فرش لت پت ہو گیا۔ مرزا قادیانی بے سدھ ہو کر گر گیا۔ لیکن دونوں بھائیوں کے حملے جاری تھے۔ مرید اپنے جھوٹے نبی کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔۔۔ لیکن پیشابوں کی طوفانی بوچھاڑ نے مرزا قادیانی کو بے ہوش کر رکھا تھا۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد بڑے پیشاب نے مرزا قادیانی کی نبض پر ہاتھ رکھا اور چند لمحوں کے توقف کے بعد بڑے پیشاب نے ایک زوردار نعرہ لگایا اور اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے وکٹری (فتح) کا نشان بنا کر چھوٹے بھائی کو فتح کی خوشخبری سنائی۔ دونوں فرط جوش سے بغلگیر ہو گئے۔ خوشی سے رقص کرنے لگے اور ان کی زبانوں پر یہ گیت جاری تھا :۔

دو	لکڑیاں	دو	کانے
مرزا	مویا	ٹٹی	خانے

شیخ عابد حسین صدیقی کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کے دیرینہ ساتھی عابد حسین صدیقی اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے شہید سجاد حسین شہید کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ حق تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائیں۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین !

جماعتی سرگرمیاں!!! (ادارہ)

مولانا خدا بخش اور مولانا غلام مصطفیٰ کا تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا خدا بخش صاحب چار روزہ تبلیغی دورہ پر چناب نگر تشریف لائے۔ آپ نے جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن' مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی میں مجلس کے اداروں کا تفصیلی معائنہ کیا۔ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب خطیب چناب نگر کے ہمراہ آپ نے جمعہ کا خطبہ احمد نگر میں دیا۔ اور جامع مسجد چنیوٹ' پرانا اڈہ' جامع مسجد چک نمبر ۴۶ جنوبی سرگودھا میں دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔

مولانا امام الدین قریشی اور مولانا غلام مصطفیٰ صاحب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا امام الدین قریشی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کے مبلغ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے سرگودھا جھنگ کے دیہات و مواضعات سلانوالی' فاروقیہ' رجانہ' کٹووالا' سوبھاگہ' منگلا' چک ۱۵۲' ٹھٹھہ جوئیہ کا اکٹھے تبلیغی دورہ کیا۔ مساجد میں درس قرآن علماء کرام و عوام سے ملاقاتیں۔ تقسیم لٹریچر کے علاوہ عوام و خواص کو قادیانی فتنہ کی سنگینی سے باخبر کیا۔

شبان تحفظ ختم نبوت کا تعزیتی اجلاس

حضرت اقدس صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر شبان تحفظ ختم نبوت ضلع ہری پور کا اجلاس جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں مولانا قاری عمر خان فاروقی کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ شبان تحفظ ختم نبوت ہری پور کے امیر صابر غفور علوی نے شرکاء اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم جس عظیم شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے مرشد زادے اور دست راست تھے۔ اندرون و بیرون ملک کے جماعتی و خانقاہی اسفار میں ہمیشہ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے ہم سفر اور رفیق سفر ہونے کا اعزاز اور سعادت انہیں حاصل تھی۔ ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور ذیلی

تنظیموں کی سرپرستی فرمائی اور جانی ومالی امداد بہم پہنچائی ان کی وفات پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام ایک شفیق مہربان سرپرست اور راہنما سے محروم ہوگئے ہیں۔ تعزیتی اجلاس میں مولانا حفیظ الرحمٰن' حافظ محمد اسماعیل اعوان' ندیم محمود' پروفیسر فیصل مقصود' ندیم بخاری' محمد ارشد' حافظ عبدالقیوم قریشی' مولانا محمد نثار اعوان' مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی' مولانا محمد یعقوب' مولانا قاضی گل رحمٰن ودیگر جماعتی رفقاء کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اجلاس کے اختتام پر مولانا قاری عمر خان فاروقی نے حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحبؒ کی بلندی درجات اور پسماندگان کے لئے صبر کی دعا کی۔

دیپال پور میں قادیانی وکیل کو عبرتناک شکست

گذشتہ ماہ قادیانیوں نے دیپالپور بار روم میں سیکرٹری شپ کی سیٹ کے لئے قادیانی وکیل مرزا خاور حیات کو امیدوار نامزد کیا۔ جس کا وکیل ختم نبوت جناب چوہدری غلام عباس ایڈووکیٹ اور مولانا عبدالرزاق مجاہد مبلغ ختم نبوت اوکاڑہ نے بروقت نوٹس لیا اور بار کے تمام وکلاء کو فتنہ قادیانیت کے عقائد وعزائم سے آگاہ کیا اور انہیں ختم نبوت کا لٹریچر پہنچایا۔ تمام وکلاء نے عہد کیا کہ قادیانی وکیل کو ووٹ نہیں دیں گے۔ یوں قادیانی وکیل شکست سے دوچار ہوا۔ وکیل ختم نبوت جناب غلام عباس اور مولانا عبدالرزاق مجاہد نے تمام وکلاء کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم آئندہ بھی قادیانی عزائم کو ناکام کرتے رہیں گے۔

توہین رسالت کے ملزم کو 13 سال قید' ایک لاکھ روپے جرمانہ

ڈیرہ غازی خان (نامہ نگار) خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی کے جج ٹی اے فخری نے توہین رسالت کے ملزم (قادیانی) کو مجموعی طور پر ۱۳ سال قید سخت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا۔ عدم ادائیگی جرمانہ ملزم کو مزید ایک سال قید بھگتنا ہوگی۔ تفصیلات کے مطابق ملزم غلام مصطفیٰ قادیانی پر الزام تھا کہ وہ قادیانی (مرزائی) مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور وہ تھانہ صدر ڈیرہ غازی خان کے نواحی علاقہ میں سادہ لوح مسلمانوں کو چکر دے کر مرزائیت کی تبلیغ کر رہا ہے اور لوگوں کا مفت علاج کر کے متاثر کر رہا ہے۔ جس پر مدعی نے گواہان کے ہمراہ جا کر اس کی اصلیت معلوم کی ملزم نے لوگوں کے جذبات مجروح کئے جس پر تھانہ صدر پولیس نے فوری کارروائی کر کے ملزم کو گرفتار کر کے مقدمہ نمبر ۹۸ ۸۸ بجرم ۲۹۵ اے' ۲۹۸ سی ت پ درج رجسٹر کر لیا اور خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی میں چالان سماعت کے لئے پیش کیا۔ استغاثہ کی پیروی شیخ محمود اسحاق فاضل وکیل سرکار نے کی۔

خصوصی عدالت نے آج یہاں مقدمہ کی مکمل سماعت اور وکلاء کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ استغاثہ کے گواہان مدعی اور دستاویزی شہادت سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ملزم نے ان جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ لہذا عدالت نے جرم ۲۹۵ اے میں ملزم کو دس سال قید سخت اور پچاس ہزار روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا۔ عدم ادائیگی جرمانہ چھ ماہ قید مزید سخت بھگتنا ہوگی دونوں سزائیں اپیل کی میعاد جو کہ سات دن ہے گزرنے کے بعد بیک وقت نافذالعمل ہوں گی جبکہ ملزم کے قبضہ سے برآمد ہونے والی کتابیں اور دوسرا مواد ضبط کر لیا گیا ہے۔ (نوائے وقت ملتان ۲۱ مارچ ۱۹۹۹ء)

گوہر شاہی کے پیروکار اسحٰق کو 17 سال قید ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا

ڈیرہ غازی خان (نامہ نگار) خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی کے جج بی اے فخری نے ریاض احمد گوہر شاہی جو کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار ہے کے پیروکار اسحٰق کو مجموعی طور پر ۱۷ سال قید سخت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا ہے۔ عدم ادائیگی جرمانہ ملزم کو مزید ایک سال قید بھگتنا ہوگی۔

تفصیلات کے مطابق چاند سورج اور حجراسود میں اپنی تصویر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جھوٹی ملاقات اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ (نعوذباللہ) کرنے والے ریاض احمد گوہر شاہی کے پیروکار ملزم اسحٰق پر الزام تھا کہ وہ ملعون ریاض احمد گوہر شاہی کے نظریات کا پرچار کرنے کے علاوہ اس نے مبینہ کلمہ کے سٹیکر پوسٹر اور دیگر مواد سرے عام لوگوں میں تقسیم کر کے ان کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی۔ جس پر ملزم کے خلاف تھانہ رنگ پور پولیس نے مقدمہ درج کر کے چالان خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی میں پیش کیا۔ خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی کے جج بی اے فخری نے استغاثہ کی شہادت ملزم کی طرف سے صفائی کی شہادت اور وکیلوں کے دلائل سننے کے بعد آج یہاں ملزم کو تعزیرات پاکستان دفعہ نمبر ۲۹۵ کے تحت ملزم کو دس سال قید سخت اور پچاس ہزار روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا ہے۔ جب کہ دہشت گردی دفعہ ۸ کے تحت سات سال قید سخت اور پچاس ہزار روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنایا۔ جرمانہ کی دونوں رقمیں ادا نہ کرنے کی صورت میں ملزم کو چھ چھ ماہ قید مزید بھگتنا پڑے گی۔

(نوائے وقت ملتان ۱۸ مارچ ۱۹۹۹ء)

تبصرہ کتب !!!

نام کتاب : مسلمان عورت

مصنفین : حافظ ارشاد احمد دیوبندی' مولانا خلیل الرحمٰن راشدی

صفحات : ۲۵۵

قیمت : ۱۲۵ روپے

ملنے کا پتہ : دار التصنیف مکتبہ الخلیل چنوں موم ضلع سیالکوٹ

زیر نظر کتاب معاشرہ میں عورت کا حق' عورت پر اسلام کے احسانات' عورت گھر کی زینت' عورتوں کے حقوق' عورت اور پردہ' نکاح کا قرآنی تصور' اسلام اور تعلیم نسواں' بچوں کی کفالت' شادی' طلاق' جیسے بیسیوں عنوانات قائم کر کے اس پر قرآن و سنت اور تاریخ اسلام کے حوالہ سے مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب خوبصورت رنگین ٹائیٹل کے ساتھ عمدہ طریقہ پر اسے شائع کیا گیا ہے۔ دیدہ زیب اور دل کو لبھا دینے والا جدید ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔ مسلم معاشرہ میں ایک عورت کے حقوق و فرائض کو سمجھنے کے لئے ایک قابل قدر محنت ہے۔ یہ کتاب ہر مسلم گھرانہ کی ضرورت ہے۔

نام کتاب : معمولات درخواستیؒ

مرتبہ : مولانا فضل الرحمٰن درخواستی

صفحات : ۲۴

ملنے کا پتہ : ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب ماہر امراض قلب وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ جہاں ایک متبحر عالم دین تھے۔ وہاں آپ شیخ طریقت و رہبر شریعت اور پیر کامل بھی تھے۔ قرآن و سنت کی مسنون دعائیں' معمولات اکابر' دین و دنیا کی فلاح' کے لئے جو کامیاب روحانی اعمال آپ کے تجربہ سے گذرے ان سب کو آپ کے جانشین اور جامعہ مخزن العلوم خان پور کے مہتمم مولانا فضل الرحمٰن درخواستی نے دیدہ زیب طباعت و کتابت سے محنت شاقہ کے بعد شائع کیا ہے۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کو قدرت نے دل درد مند نصیب فرمایا ہے۔ آپ دل کے امراض کے ماہر ڈاکٹر ہیں۔ دلوں کو آباد کرنے کی دوا خود کرتے ہیں۔ دعا کے لئے انھوں نے یہ رسالہ مفت تقسیم کی خاطر شائع کیا ہے۔ ان سے ڈاک کے ذریعہ منگوایا جا سکتا ہے۔

اشتیاق احمد

بچوں کا صفحہ

مرزائیوں کے بڑوں کے لئے

نشانہ

آج اس کالم میں ہم مرزا کی ایک گالی پر بات کریں گے.... یوں تو مرزا نے ہزاروں گالیاں مسلمانوں کو دی ہیں.... لیکن اس گالی میں ایک خوبی ہے.... آپ یہ پڑھ کر حیران ہوئے ہوں گے کہ بھلا گالی میں بھی کوئی خوبی ہو سکتی ہے.... جی ہاں! مرزا کی گالی جو ٹھہری۔

اس گالی میں جو خوبی ہے.... پہلے میں آپ کو اس کے بارے میں بتا دوں .... تاکہ آپ پریشان نہ ہوں.... خوبی یہ ہے کہ اس گالی کا نشانہ مرزا خود بن گیا.... ویسے ایک لحاظ سے وہ نشانہ نہیں بھی بنا.... اب آپ اور حیران ہو گئے ہوں گے.... لیکن آپ فکر نہ کریں.... آپ کو اس حیرت پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے.... لہٰذا مفت کا ثواب نہ چھوڑیں.... اور خوب جی بھر کر حیران ہو لیں۔

گالی کا نشانہ خود مرزا بن گیا' ہمارے لئے یہ بات اور زیادہ پرلطف ہے۔

اب آپ کا ذہن اور چکرا گیا ہو گا.... لیجئے گالی سنئے.... مرزا نے اپنی ایک کتاب' غالباً" ایام صلح میں یہ گالی دی ہے۔

"مولوی انسانوں سے بدتر اور پلید تر"

اب آپ اس گالی پر غور کریں.... اگرچہ کسی گالی پر غور کرنا کوئی اچھی بات نہیں' لیکن مرزا کی اس گالی پر غور کرنے کی ضرورت ہے.... جوں جوں آپ غور کرتے جائیں گے.... حیرت میں زیادہ ڈوبتے جائیں گے.... غور کریں.... مولوی انسانوں سے بدتر اور پلید تر۔

- کیا اس کا بالکل واضح مطلب یہ نہیں کہ مولوی انسان تو سرے سے ہوتے ہی نہیں۔
- اور کیا اس کا بالکل واضح مطلب یہ نہیں کہ تمام انسان بد یا بدتر اور پلید یا پلید تر ہیں۔
- اب اگر مرزا نوع انسانی میں سے تھا' یعنی انسان تھا' تب اس گالی کا نشانہ وہ خود بن گیا.... اس نے خود کو بدتر اور پلید تر کہا۔
- اور اگر مرزا نوع انسانی میں سے نہیں تھا' یعنی انسان نہیں تھا' تب وہ بے شک اس گالی کا نشانہ نہیں بنا' لیکن اس صورت میں وہ کیا تھا....

شاید اسی لئے اس نے کہا تھا۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

مطلب یہ کہ میں انسان نہیں ہوں.... ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انسان نہ ہونے کی صورت میں وہ خود اس گالی کا نشانہ نہیں بنتا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں یک روزہ

ختم نبوت کانفرنس

یکم صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۹۹ء بروز پیر بعد نماز عشا

بمقام جامع مسجد ختم نبوت ملتان

زیر سرپرستی

پیر طریقت حضرت مولانا

خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

زیر صدارت

حکیم العصر حضرت مولانا

محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

مہمانان گرامی!

قائد اہل سنت حضرت مولانا عبد الستار تونسوی

خطیب اسلام حضرت مولانا سید عبد المجید ندیم

حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بھکر

حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب

حضرت مولانا عبد البر محمد قاسم صاحب

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب

حضرت مولانا عبد الکریم ندیم صاحب

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن

شیخ الحدیث مولانا مفتی نظام الدین شامزئی

حضرت مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب

حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادی

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مانکوٹ

حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب

حضرت مولانا احمد بخش شجاع آبادی

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب

اہل اسلام سے جوق در جوق شرکت کی استدعا ہے:

الداعی الی الخیر: (حضرت مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ

514122

Manthly Laulak Multan Regd.No.M-108

قادیانیت کش

موضوعات

- مرزائیت شکن مجاہد
- مرزا قادیانی کے فرشتے
- مرزا قادیانی کی خوراک
- مرزا قادیانی کا لباس
- مرزا قایانی کا معافی نامہ
- گلدستۂ اشعار ختم نبوت
- اے گستاخ رسولؐ! زرا دامن تو دیکھ
- قادیانی اخلاق ایک سازش ...... ایک جال
- قادیانی نواز! اسلام کا موذی دشمن
- ڈاکٹر عبدالسلام کون؟ ایک تعارف ...... ایک تجزیہ
- ظالم کون؟ مسلمان یا قادیانی

☆ بہترین کاغذ ☆ دیدہ زیب پرنٹنگ ☆ جاذب نظر چار رنگا ٹائٹل ☆ صفحات 176 قیمت -/70 روپے

مجاہدین ختم نبوت کیلئے صرف -/35 روپے + ڈاک خرچ -/16 روپے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

پڑھئے اور تحفظ ختم نبوت کے لئے آگے بڑھئے!!!

جی ہاں! تحفظ ختم نبوت آپ کا بھی فرض ہے۔ آپ نے یہ فرض کس حد تک ادا کیا؟